اشاعت نمبر: ۱۵۲

تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر، سالِ دوم، کے طلبہ کا سندی مقالہ

مرتبین

مفتی اظہر الدین پنجابی/مفتی طلحہ چھوٹا ادے پوری

متعلّمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

حسبِ ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیرِ نگرانی

مفتی فرید احمد کاوی

ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

اشاعت نمبر: ۱۵۲

احکام الأم

تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر، سالِ دوم، کے طلبہ کا سندی مقالہ

مرتبین

مفتی اظہر الدین پنجابی/مفتی طلحہ چھوٹا ادے پوری

متعلّمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

حسبِ ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیرِ نگرانی

مفتی فرید احمد کاوی

ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

◆ کتاب کا نام: احکام الأم

◆ مرتب: مفتی اظہر الدین پنجابی/مفتی طلحہ چھوٹا ادے پوری
متعلّمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

◆ حسب ایماء وارشاد: حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
(بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

◆ زیرنگرانی: مفتی فرید احمد کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

◆ سن اشاعت: شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق اپریل، ۲۰۱۸

◆ اشاعت نمبر: ۱۵۱

◆ ناشر: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR

AT.PO. JAMBUSAR. DIST : BHARUCH.

GUJARAT. INDIA. 392150

TEL : 02644-220786

jamiahjambusar@gmail.com

فهرست عناوین

افتتاحیہ

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى.

ایک مربوط، منظّم اور صالح معاشرہ کا قیام اور اس کی تعلیمات؛ اسلام کی خصوصیت ہے، ایسا معاشرہ جس کے ہر فرد کی دینی، دنیوی ضروریات خود کار طریقے سے انجام پاتی رہیں۔ اسلامی احکام میں پائے جانے والے اعتدال اور ارتباط کو دیکھا جائے تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پرورش، کفالت، ولایت، رشتہ نکاح کی حرمت وحلت، دیت وقسامت، عصبہ اور ذوی الارحام میں فرق، قرابت نسبی وصہری اور میراث، وغیرہ کے رشتے، احکام اور درجہ بندی میں غور کیا جائے تو یکے بعد دیگرے وہ حکمتیں، مصالح اور منافع سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ان سب رشتوں کی زنجیریں اور کڑیاں انسان کو معاش اور معاد کے تمام شعبوں میں معاون اور مددگار بنائی گئی ہیں، دنیا میں انسان کو ان رشتوں سے قُوَّۃ اور قُوْت نصیب ہوتی ہیں تو آخرت میں بھی ان رشتوں کو خدا تعالی کی مرضی کے بعد یک گونہ شفاعت ومغفرت کا سبب مانا گیا ہے۔

انسانوں کے مابین اللہ نے قائم کیا ہوا ایسا ہی ایک رشتہ ماں اور اولاد کا ہے، محبت اور ممتا کے اس رشتہ کی اہمیت اور افادیت کے لیے اسلام نے جامع احکام اور ہدایات کے ذریعہ جس طرح انسانی معاشرہ کی رہ نمائی کی ہے، اس کی نظیر نہیں، اور افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے دنیا نے آج تک اس سے بہتر نتیجہ خیز کوئی دوسری چیز نہیں دیکھی۔

ماں بیٹے کی رشتہ کی اہمیت ایک چھوٹی سی مثال ’رضاعی رشتہ‘ سے سمجھی جا سکتی ہے

،غور کیجیے، کسی عورت سے دودھ پینے کی وجہ سے اجنبی بچہ اور دودھ پلانے والی عورت کے مابین رضاعی رشتہ کو ثابت مانتے ہوئے، نکاح کی حرمت تک کے احکام دے کر، اسلام نے رضاعت کے اس تعلق کو جس قدر عظیم بنا دیا ہے، اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔اسی سے اگر کوئی سمجھنا چاہےتو سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں حقیقی ماں اور بچے کے درمیان پائے جانے والے تعلق کی عظمت اور اہمیت کیا کچھ ہوگی !

حدیث شریف میں 'ماں کے قدموں تلے جنت' (فإن الجنة تحت رجليها) فرمایا گیا ہے، یہ حدیث جہاں ماں کی خدمت کے اخروی ثواب کو بیان کرتی ہے، وہیں دنیوی راحت اور سکون کو بھی بیان کرتی ہے۔یعنی کہ انسان کو جو سکون، چین، راحت، اور 'مرضی کی زندگی' ماں کے پاس میسر ہوتی ہے، وہ کسی اور جگہ نہیں، حتی کہ بعض اوقات اپنے گھر میں اور اپنی بیوی کے پاس بھی نہیں۔

اس نشانِ عظمت ووقار کو شریعتِ اسلامیہ نے اس کے شایان شانِ امتیازی احکام سے نوازا ہے، اور تقریباً تمام ہی احکام میں 'لا تضار والدة بولدها ' کا اصول کارفرما نظر آتا ہے۔آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ کتاب اسی طرح کے 'احکام الام' پر مشتمل ہے۔

جامعہ جمبوسر کے تدریب الافتاء، سال دوم کے طلبہ کے لیے مناسب موضوع منتخب کرتے وقت ایک پہلو اگر یہ مدنظر تھا کہ طلبہ کی فقہِ حنفی پر ایک اجمالی نظر ہو جائے، وہیں دوسرا پہلو یہ مدنظر تھا کہ موضوع کے اعتبار سے 'ماں' سے متعلقہ احکام یکجا جمع کر دیئے جائیں، تاکہ اس سے قبل اسی طریقہ پر 'احکام الاب' کے عنوان سے کام ہوا تھا، اس کے ساتھ اس موضوع کو بھی جفت کر دیا جائے۔ زیرنظر رسالہ درحقیقت عزیزم مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی اور عزیزم مولوی مفتی طلحہ چھوٹا ادیپوری سلمہما اللہ تعالی و

عافاہما؛ کے ان سندی مقالوں کا مجموعہ ہے، جن کے ضمن میں دونوں حضرات کے مابین فقہ کے بعض بعض ابواب متعین کر کے 'ماں' سے متعلقہ احکام جمع کرنے کی ذمہ داری مفوض کی گئی تھی۔

ہمارا مقصود اس سے فقط یہی ہے کہ علم وعمل کے میدان میں آنے سے پیشتر مرحلۂ تربیت میں ہی طلبہ میں پائی جانے والی استعداد اور قابلیت کو نکھارا جائے، کمی ہو تو اس کو دور کیا جائے اور پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں خود اعتمادی پیدا کی جائے۔

الحمد للہ ہمیں خوشی ہے کہ طلبۂ عزیز نے پوری کوشش کرتے ہوئے مختلف ابواب کا مطالعہ کر کے مسائل جمع فرمائے اور مقالے کو بہتر اور جامع بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور انہیں مزید علمی وعملی کاوشوں کے لیے موفق بنائے۔

اہلِ علم سے درخواست ہے کہ ایک نظر اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں گے اور کوئی فروگذاشت نظر آئے یا کچھ کہنے کی ضرورت ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں، جو کوئی جو کچھ تنبیہ واصلاح فرمائے گا ہم اس کے ممنون اور وہ ہمارا مشکور ہوگا۔

مفتی احمد دیولوی

خادم؛ جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ! و بعد

یہ ایک حقیقت ہے کہ ماں کی گود بچہ کی درسگاہ اول ہے اور یہ صرف کوئی مثل یا لوگوں کا تجربہ ہی نہیں بلکہ متعدد احادیث نبویہ ﷺ میں اس کی جانب واضح اشارے موجود ہیں، اسی درسگاہ سے ایک بچہ اخلاق حسنہ، اطاعت، فرمانبرداری اور دنیا میں زندگی گذارنے کے سلیقے ، ڈھنگ اور طور طریقے تعلیم پا کر معاشرہ کا حصہ بنتا ہے، یہ سب اسی وقت ممکن ہے جبکہ ایک ماں خود صفات کاملہ کی حامل ہو، چنانچہ شریعت رشتۂ نکاح کے حوالہ سے یہ ہدایت دیتی ہے کہ مرد نیک صالح اور باکردار اولاد کی تحصیل کے لئے ایسی عورت کا انتخاب کرے جو خود بھی کریم النفس اور شریف النسب ہو اور اولاد کی صحیح تربیت کی ذمہ داری نبھانے کی بھی صلاحیت رکھتی ہو۔

اسلام- جس کی نمایاں خوبی ایک جامع و کامل مذہب ہونے کی ہے - نے متذکرہ بالا مقاصد کے پیش نظر اولاد کے حوالہ سے ماں پر لاگو ہونے والے حقوق و احکام قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل بیان کئے ہیں، جن کو پیش نظر رکھا جائے تو اولاد کی تربیت نہ صرف آسان ہو جاتی ہے بلکہ صالح اور دینی مزاج سے لیس افراد تیار ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک صالح معاشرہ بھی خود بہ خود تشکیل پاتا ہے، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس سے متعلقہ حقوق و احکام کی واقفیت حاصل کی جائے اور ان کو عملی جامہ پہنایا جائے ، چونکہ یہ ماں کے سلسلہ کے احکام و حقوق قرآن و حدیث کے نچوڑ فقہ اسلامی کے منتشر اوراق میں بکھرے پڑے ہیں، جس کے سبب بیک وقت ان کا علم حاصل کرنا مشکل تھا، بنابریں طالبانِ حق کی سہولت کے لئے ان احکام کو یکجا

جمع کرنا مناسب معلوم ہوا، اور اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے پیش نظر کتاب ''احکام الأم'' میں ماں سے متعلقہ شرعی احکام وحقوق کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

یہ اصلاتو ایک مقالہ ہے، جامعہ کے تدریب الافتاء(۳۹/۱۴۳۸ھ) سال دوم کے طلباء: عزیزانم مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی سلمہ اور مولوی مفتی طلحہ چھوٹا اُدے پوری سلمہ نے اپنے تخصص فی الفقہ کے سندی مقالہ کے طور پر جامعہ کے مؤقر استاذ رفیق محترم مولانا مفتی فرید احمد کاوی صاحب زید مجدہ کی زیر نگرانی تیار فرمایا ہے، یہ ایک طالب علمانہ کاوش اور نقش اول ہے، مذکور الصدر طلبہ نے اپنی بساط کے مطابق موضوع سے متعلق مستند مسائل جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور کافی حد تک مواد کو جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس سعی کو شرف قبول بخشے اور زور قلم اور زیادہ کریں، یہ نقش اول ان کے حق میں نقش آخر نہ رہتے ہوئے آئندہ بھی انہیں ہمہ جہتی خدمات کے سلسلہ میں موفق بنائے اور مشرف محترم برادرم مفتی فرید صاحب کو جزائے خیر نصیب فرمائے اور آپ کے فیض کو عام اور تام فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین۔

کتبہ

اسجد دیولاوی غفرلہ

۲۹/رجب/۱۴۳۹ھ

تمھید

باسمہ سبحانہ وتعالی

نسلِ انسانی کے وجود، نشو ونما، پرورش اور بقاء میں ’ماں‘ کا جو مقام ہے، اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مقام انسانی فکر وخیال کا منتہا ہے، اسی لیے کسی بھی چیز کے مآخذ ومنبع کو اور وسیلۂ وجود وبقا کو ’ماں‘ سے موسوم وملقب کرکے بیان کیا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے۔

لیکن اللہ تعالی نے قرآن میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں والدین کے؛ اور خاص کر ماں کے مقام وحقوق کو جس اہتمام سے بیان کیا ہے، اس نے انسانی دنیا میں ماں کی حیثیت اور عظمت کو ایک نئی بلندی عطا کردی ہے۔ قرآنِ کریم میں ان احسانات اور قربانیوں کا بھی خاص ذکر فرمایا ہے، جس کی وجہ سے والدین کو اور خاص کر ’ماں‘ کو امتیازی مقام سے نوازا گیا ہے۔ سیدنا حضرت موسی علیہ السلام کے قصہ میں ماں کے جذبات کو کَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا وَلَا تَحْزَنْ اور إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَا أَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا سے بیان فرمایا ہے، تو دوسرے مقامات پر حمل اور وضع حمل کی تکالیف بھی خصوصی اہتمام سے ذکر کی گئیں ہیں۔

حمل کا نر و مادہ ہونا کسی کو معلوم نہیں ہوتا؛ ایک مرتبہ استقرار حمل کے بعد ۹ ماہ کے طویل عرصہ تک حمل باقی رہے گا یا نہیں؟ اس دوران کیا تکالیف پیش آئیں گی؟ بچہ کیسا ہوگا؟ تام الخلقت؟ خوب صورت؟ ہوشیار؟ کچھ معلوم نہیں۔ اس سے بہت کم فکر و اندیشے کی بنیاد پر ہم بہت بڑے فوائد چھوڑ دیتے ہیں؛ مگر بچے کو دنیا میں وجود آشنا کرانے کا وہ جذبہ جو خدا تعالی نے ماں کے دل میں ودیعت کر رکھا ہے، ماں کو وہ حوصلہ

دیتا ہے، جس سے ماں اپنی جان پر کھیل کر بھی بچے کو زندگی بخشنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

پھر قرآن کریم میں فقط ماں کی قربانیوں کے ذکر پر اکتفاء نہیں فرمایا؛ بلکہ اللہ رب العزت نے اپنے تکوینی نظام کے مطابق ماں کی قربانیوں کے اعتراف میں اس کے بہت کچھ حقوق دنیا میں بھی اولاد پر لازم کر دیے۔ علی الاطلاق حسنِ سلوک کی اتنی تاکید کہ 'اف' تک نہ کہا جائے، خدا ورسول کے بعد فقط والدین کے لیے ہی ہے۔

چنانچہ قرآن وحدیث کے مخاطب اور علومِ اسلامیہ کے امین اور علم بردار؛ علماءِ کرام نے منشاءِ خداوندی کو سمجھ کر انسانوں کے مابین جب حقوق وفرائض کے درجات متعین کیے تو 'ماں' اور باپ کے لیے؛ اور ان دونوں میں بھی 'ماں' کے لیے خاص امتیازی حقوق نصوص سے مستنبط کر کے بیان فرمائے ہیں۔

اسی لیے فقہی احکام میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسی معاملہ میں اگر ایک فریق 'ماں' ہے تو حکم یکسر بدل جاتا ہے۔ مثلاً نماز توڑ دی جائے گی، قصاص ساقط ہو جائے گا، سفرِ جہاد روک دیا جائے گا، وغیرہ؛

علمِ فقہ کا موضوع 'مکلّف کے افعال' ہیں؛ اور زندگی کے مختلف مراحل میں انسان پر لازم ہونے والے مختلف احکام؛ نماز وزکوۃ، بیع وشراء، نکاح وطلاق، کفارہ و حدود؛ وغیرہ عنوان سے کتبِ فقہ میں عمومی انداز میں ذکر کیے ہیں، پھر مکلّف کی کسی مخصوص حالت وحیثیت؛ مثلاً مریض ومضطر، صغیر وبالغ وغیرہ کے اعتبار سے بدلنے والے احکام بھی اسی باب کے تحت مذکور ہوتے ہیں۔ مکلّف کی ایسی خاص حالت سے متعلق مسائل کو تالیفِ کتاب کا موضوع بنانے کا رواج کم ہے۔

تدریب الافتاء، سالِ دوم، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، سے تکمیل کرنے والے

طلبہ کے سندی مقالے کا عنوان طے کرنے میں ،مکلّف کے خاص احوال کے عنوان سے مختلف احکامِ شرع کو یکجا ذکر کرنے کے یہ نئی ترتیب اس لیے اختیار کی گئی کہ اس طریقہ سے مختلف ابوابِ فقہ میں مختلف اشخاص کے اعتبار سے منتشر مسائل واحکام یکجا میسر آجائیں اور ساتھ ہی ایسے مسائل کی تلاش وجستجو اور پھر اسکی تحریر وتنقیح کے ذریعہ فقہِ اسلامی کے متعدد ابواب تک طالب علم کی یک گونہ رسائی بھی ہوجائے۔

تدریب الافتاء میں زیرِتعلیم عزیزان مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی سلمہ اور مولوی مفتی طلحہ چھوٹا ادیپوری سلمہ کو مشترکہ طور پر یہ موضوع دیا گیا تھا، چنانچہ کتاب الطہارۃ سے کتاب السیر ختم تک کے مسائل مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری نے جمع کیے ہیں اور کتاب النکاح سے کتاب الشہادت تک کے مسائل مولوی اظہر الدین پنجابی نے جمع کیے ہیں، اسی طرح مقدمہ بھی عزیزم مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی نے ترتیب دیا ہے۔

طلبہ کی اس جمع وترتیب میں استیعاب مقصود نہ تھا اور نہ ہی قلیل وقت میں وہ ممکن تھا، پھر بھی انہوں نے مقدور بھر سعی کرتے ہوئے تمام ابواب کا مطالعہ کرکے مسائل جمع کرنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی ان کی مساعی کو قبول فرمائے ، دوسروں کے لیے بھی نافع بنائے اور انہیں علمی اور فقہی میدانوں میں مزید خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر۔
یکم شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۷، اپریل، ۲۰۱۸ء.

شکر وسپاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولا ہم اس معبود حقیقی کے بے پایاں شکر گذار ہیں جس نے ہماری نا اہلی کے باوجود تحصیل علم کے لئے ہمارا انتخاب فرما کر ہمیں اس کارِ خیر میں مشغول فرمایا۔

ثانیا ہم شکر گذار ہیں اپنے والدین اور مشفق و مربی اساتذہ کرام کے جن ہوں نے ہماری تعلیم و تربیت کے لئے اپنا جان و مال اور اپنے قیمتی اوقات وصلاحیتوں کو ہمارے اوپر صرف کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنی شایان شان دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔

تدریب الافتاء سال دوم کے آغاز میں جب 'احکام الام' کا عنوان طے کر کے جمعِ مسائل کا مکلّف کیا گیا، تو ہم اپنی کم علمی و نادانی کے سبب خود کو اس بات کا اہل نہیں سمجھتے تھے کے فقہ کے وسیع ذخیرے میں سے فقط ماں سے متعلق احکام و جزئیات کا استخراج کر سکیں۔ البتہ اساتذہ ومربیان کی رہ نمائی شاملِ حال رہی اور یہ جو کچھ بھی اس وقت آپ کے سامنے ہے وہ اساتذہ ومربیان کے رہ نمائی میں کی گئی ہماری ناقص کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہمیں اس بات کا پورا احساس ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری کما حقہ پوری نہیں کی ہے، لیکن مشفق ومربی حضرت اقدس حضرت مہتمم صاحب کی ذرہ نوازی ہے کہ وہ اس مقالہ کو شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی صحت و عافیت کے ساتھ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور طالبانِ علومِ نبوت نیز مادرِ علمی کے لیے ان کی انتھک قربانیوں کو حسنِ قبول سے نوازے۔ اس مقالہ کی تیاری میں رہنمائی فرمانے والے حضرات اساتذہ کرام کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جنہوں نے از اول تا آخر خصوصی توجہ فرمائی اور مسائل کو مدلل و منقح کرنے کے لئے مناسب مشوروں اور اصلاحات سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین میں سرخ رو بنا کر کامیابی سے ہم کنار فرمائے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اس ناقص سعی و کوشش کو قبول فرما کر ہمیشہ اخلاص واستقامت کے ساتھ مزید دینی خدمات کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

از: اظہر الدین پنجابی/طلحہ چھوٹا ادیپوری۔ متعلمین، تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر۔

مقدمہ :

والدین کے ساتھ حسن سلوک ، والدین کے حقوق ، بچے کے متعلق عمومی احکام اور دیگر مباحث

برّالوالدین :

تعریف: ا۔لغت میں برّ کے معانی خیر،فضل،صداقت،طاعت اور صلاح وغیرہ ہیں۔

اصطلاح میں اس کا غالب استعمال نرمی ومحبت آمیز لطیف ونرم گفتگو کے ذریعہ حسن سلوک،نفرت پیدا کرنے والی ترش کلامی سے گریز اور ساتھ ساتھ شفقت وعنایت،محبت، مال کے ذریعہ حسن سلوک اور دیگر نیک اعمال کے لئے ہوتا ہے۔

''اَبوین'' دراصل باپ اور ماں ہیں۔

لیکن یہ لفظ (ابوین) دادا اور دادیوں کو بھی شامل ہے،ابن المنذ رفرماتے ہیں: اجداد آباء ہیں اور جدات مائیں ہیں،تو انسان ان کی اجازت سے ہی غزوہ کرے گا،اور مجھے اس لفظ کا کوئی ایسا مفہوم معلوم نہیں ہے جس سے ان کے علاوہ بھائیوں یا دوسرے کسی رشتہ دار کو یہ حق حاصل ہوتا ہو۔

شرعی حکم:

۲۔اسلام نے والدین کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے،ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو افضل نیکیوں میں شمار کیا ہے،ان کی نافرمانی سے روکا

ہے اور اس کی سخت ترین ہدایت دی ہے، جیسا کہ درج ذیل حکم قرآنی میں وارد ہوا ہے:

”وَقَضٰى رَبُّكَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَّاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔“ (الاسراء: ۲۳)

(اور تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ بجز اسی (ایک رب) کے اور کسی کی پرستش نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک رکھنا، اگر وہ تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان دونوں میں سے ایک یا وہ دونوں تو تو ان سے ہوں بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرنا اور ان کے سامنے محبت سے انکسار کے ساتھ جھکے رہنا اور کہتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا، پرورش کی)، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت اور توحید کا حکم دیا، اور اس کے ساتھ والدین کی فرمانبرداری کا ذکر فرمایا، آیت میں لفظ ''قضی'' کا معنی یہاں پر حکم دینا، ضروری قرار دینا اور واجب کرنا ہے۔

اسی طرح والدین کے شکر کو اپنے شکر کے ساتھ جوڑتے ہوئے فرمایا:

”أَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ“ (سورة لقمان: ١٤)

(کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کیا کر، میری ہی طرف واپسی ہے)

ایمان کی نعمت پر اللہ کا اور تربیت کی نعمت پر والدین کا شکر ادا کیا جائے گا،

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

''جس نے پانچ وقتوں کی نماز پڑھی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا، اور جس نے نمازوں کے بعد اپنے والدین کے لئے دعا کی اس نے والدین کا شکرادا کیا۔''

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: "الصلاة علی وقتها" (وقت پر نماز، راوی نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بر الوالدین'' (والدین کے ساتھ حسن سلوک)، راوی نے دریافت کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الجهاد في سبيل الله'' (اللہ کی راہ میں جہاد)، نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک نماز کے بعد جو اسلام کا سب سے اہم ستون ہے سب سے افضل عمل ہے۔

حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر مقدم رکھا گیا، اس لئے کہ وہ فرض عین ہے جس کی انجام دہی اسی پر متعین ہے، کوئی دوسرا اس میں اس کی نیابت نہیں کرسکتا، چنانچہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ غزوہ روم میں شرکت کروں اور میرے والدین مجھے منع کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کی بات مانو، روم کے غزوہ میں تمہارے علاوہ دوسرے بھی شریک ہوسکتے ہیں۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد فرض کفایہ ہے، کچھ لوگ انجام دے لیں تو بقیہ لوگوں سے فریضہ ساقط ہوجائے گا، لیکن والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے، اور

فرض عین فرض کفایہ سے زیادہ قوی ہے۔

اس مفہوم میں بہت ساری احادیث مروی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور غزوہ میں شرکت کے لئے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''أحي والداك ؟'' (کیا تمہارے والدین زندہ ہیں ؟) اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ففيهما فجاهد'' (تو ان ہی (کی خدمت) میں جہاد کرو)۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: میں آیا ہوں کہ آپ سے ہجرت پر بیعت کروں، اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ارجع إليهما فأضحكهما كما أبكيتهما" (ان کے پاس جا اور انہیں ہنسا جس طرح ان کو رلایا ہے)۔

ابوداؤد میں ہی حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''هل لك أحد باليمن ؟'' (کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟) اس نے کہا: والدین ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: ''أذنا لك ؟'' (کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی؟) کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''فارجع فاستأذنهما فإن أذنا لك فجاهدو إلا فبرّهما'' (تو جاؤ ان دونوں سے اجازت مانگو، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو)۔

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب نفیر عام (عام منادی) نہ ہو، ورنہ اس صورت میں گھر سے نکلنا فرض عین ہوگا، کیونکہ اس وقت تمام لوگوں پر دفاع اور دشمن کا مقابلہ ضروری ہوتا ہے۔

اور جب والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے تو اس کے برعکس (یعنی نافرمانی) حرام ہوگا بشرطیکہ کسی شرک یا معصیت کے کرنے کا حکم نہ ہو، کیونکہ خالق کی نافرمانی کرکے مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔

غیر مسلم والدین کی فرمانبرداری:

۳۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے جیسا کہ گذرا، یہ حکم والدین کے مسلمان ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اگر وہ کافر ہوں تو بھی ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے بشرطیکہ وہ اپنے بیٹے کو شرک یا معصیت کے ارتکاب کا حکم نہ دیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَایَنْهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَیْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (ممتحنہ: ۸)

(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے)۔

پس ضروری ہے کہ والدین کے ساتھ محبت آمیز نرم ولطیف انداز میں گفتگو کرے، نفرت پیدا کرنے والی ترش کلامی سے گریز کرے، ایسے الفاظ سے انہیں

نفع پہنچائے، تنگ دلی، اکتاہٹ یا اف اف کا اظہار نہ کرے، نہ انہیں جھڑکے، بلکہ ان کے ساتھ میٹھے بول بولے۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میری والدہ آئیں، وہ مشرکہ تھیں، قریش کے عہد اور ان کی مدت میں جب کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضورﷺ سے معاہدہ کیا تھا، میں نے نبی کریمﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے بیزار تھیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپﷺ نے فرمایا: ''نعم، صلی أمّك'' (ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو)۔

ان ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ نبی اکرمﷺ کے عہد میں میری ماں راغب ہوکر میرے پاس آئیں میں نے نبیﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپﷺ نے فرمایا: ہاں، ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ'' (ممتحنہ: ۸)

(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا)۔ اور اسی بابت اللہ کا حکم ہے:

''وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَّإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ''

(عنکبوت: ۸)

(اورہم نے حکم دیا ہے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کا لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو کسی چیز کو میرا شریک بنا جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں تو تو ان کا کہا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس آنا ہے میں تمہیں بتلا دوں گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہتے تھے)۔ کہا گیا ہے کہ حضرت سعد بن وقاص کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اپنی والدہ کا فرمانبردار تھا، میں نے اسلام قبول کرلیا تو انہوں نے کہا: تم یا تو اس دین کو چھوڑ و ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ کچھ پیوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں، تو تجھے عار دلایا جائے گا اور کہا جائے گا: اے اپنی ماں کے قاتل۔۔۔۔ میری ماں ایک دن اور پھر دوسرا دن اسی حال میں رہی تو میں نے کہا: اے اماں! اگر آپ کی سو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے ساری جانیں نکل جائیں تو بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا، آپ چاہیں کھالیں یا نہ کھائیں، جب انہوں نے ایسا (میرا عزم) دیکھا تو کھالیا''۔

غیر مسلم والدین کے لئے ان کی زندگی میں دنیاوی رحمت کے لئے دعا کرنے کے مسئلہ میں اختلاف ہے جس کا قرطبی نے ذکر کیا ہے۔

لیکن ان کے لئے استغفار ممنوع ہے، دلیل یہ قرآنی آیت ہے:

''مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى''۔ (توبہ: ۱۱۳)

(نبی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے

لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ (مشرکین) رشتہ دار ہی ہو) یہ آیت نبی ﷺ کے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے لئے استغفار کرنے اور بعض صحابہ کے اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی، ان کی وفات کے بعد ان کے لئے استغفار کی ممانعت اور اس کی حرمت اور ان کی روح پر صدقہ نہ کرنے پر اجماع منعقد ہو چکا۔

کافر والدین کے لئے ان کی زندگی میں استغفار کے مسئلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ وہ اسلام لا سکتے ہیں۔

اگر کافر والدین فرض کفایہ جہاد میں نکلنے سے اس کو اس لئے روکیں کہ اس پر اندیشہ ہو اور ان کو چھوڑ کر اس کے جانے سے اپنے لئے مشقت محسوس کرتے ہوں تو حنفیہ کے نزدیک ان کو اس کا حق ہے، والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے ان کی اجازت سے ہی وہ نکلے گا، لیکن اگر وہ اسے جہاد سے اس لئے روک رہے ہوں کہ اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ قتال کو وہ ناپسند کر رہے ہوں تو پھر وہ ان کی اطاعت نہیں کرے گا بلکہ جہاد میں نکل جائے گا۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکلنا جائز ہے، کیوں کہ وہ دونوں دین میں متہم ہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک اگر کسی قرینہ سے شفقت وغیرہ کا پتہ چل رہا ہو (تو ان کی اجازت لی جائے گی)۔ ثوری فرماتے ہیں: اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو والدین کی اجازت سے ہی غزوہ میں شریک ہوگا۔

لیکن اگر جہاد متعین ہوجائے میدان جنگ میں صف بندی یا دشمن کے محاصرہ یاامام المسلمین کی جانب سے اعلان عام کی وجہ سے، تواس وقت والدین کی اجازت ساقط ہوجائے گی، اوران کی اجازت کے بغیراس پر جہاد واجب ہوگا، کیونکہ اب تمام لوگوں پر جہاد کے فرض عین ہونے کی وجہ سے اس پر بھی نکلنا واجب ہوگا۔

ماں کی اطاعت اور باپ کی اطاعت کے درمیان تعارض:

اولاد پر والدین کا عظیم حق ہے، اسی لئے متعدد مقامات پر قرآن کریم میں اس کا حکم نازل ہوا، اوراحادیث مطہرہ میں بھی اس کی ہدایت دی گئی، اس کا تقاضا ہے کہ ان کی فرمانبرداری، اطاعت، ان کی دیکھ ریکھ اوران کے حکم کی تعمیل غیر معصیت کے کاموں میں کی جائے جیسا کہ گذرا۔

بچہ کی تربیت میں ماں کے بڑے رول کے پیش نظر شریعت نے والدین کی فرمانبرداری کے حکم کے بعد والدہ کے لئے خصوصی طور پر مزید فرمانبرداری کا حکم دیا اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ووصینا الانسان بوالدیه حملته أمه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین(لقمان : ١٤) ۔۔۔ترجمہ اورہم نے انسان کوتاکید کی اس کے ماں باپ سے متعلق اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے۔) حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ:

یا رسول الله ﷺ من أحق بحسن صحابتی ، قال أمك ، قال

ثم من قال أمك قال ثم من قال أمك قال ثم من قال أبوك .

(اے اللہ کے رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں انہوں نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تمہاری ماں، انہوں پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں انہوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

إن الله يوصيكم بأمهاتكم ثم يوصيكم بأمهاتكم ثم يوصيكم بأمهاتكم ثم يوصيكم بآبائكم ثم يوصيكم بالأقرب فالأقرب۔

اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کے بارے میں وصیت کرتا ہے پھر تمہیں تمہاری ماؤں کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے، پھر تمہیں تمہاری ماؤں کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے، پھر وہ تمہیں تمہارے آباء کے بارے میں وصیت کرتا ہے، پھر وہ تمہیں بالترتیب اقرباء کئے بارے میں وصیت کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: أي الناس أعظم حقا على المرأة ، قال زوجها قلت فعلى الرجل قال أمه ۔ترجمہ: عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شوہر کا، میں نے پوچھا اور مرد پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا۔

مذکورہ آیات واحادیث اور ان کے علاوہ دیگر بے شمار ہدایت والدین کے مقام ومرتبہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور فرماں برداری کے استحقاق میں باپ پر ماں کی فوقیت ثابت کرتی ہیں؛ کیوں کہ حمل کی صعوبت پھر وضع حمل اور اس کی تکالیف

پھر رضاعت اور اس کی مشکلات یہ وہ امور ہیں جن سے صرف ماں کو گذرنا پڑتا ہے اور انہیں برداشت کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد تربیت میں باپ کی شرکت ہوتی ہے، اس لئے باپ کے مقابلہ میں ماں رعایت کی زیادہ مستحق ہے، خصوصا بڑھاپے میں۔

اس حق کی فوقیت کا مظہر یہ بھی ہے کہ اگر لڑکے پر اس کے والدین کا نفقہ واجب ہے اور وہ صرف کسی ایک کا نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو تو حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کی اصح روایت کے مطابق باپ پر ماں کو فوقیت حاصل ہوگی۔ یہی رائے حنابلہ کی بھی ہے، یہ اس لئے کہ حمل، رضاعت اور تربیت کی مشقت وہ برداشت کرتی ہے، اس میں شفقت بھی زیادہ ہوتی ہے نیز وہ زیادہ کمزور اور بے بس ہوتی ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب ان دونوں کی فرمانبرداری میں تعارض نہ ہو۔

اگر اس میں تعارض ہو، اس طور پر کہ ایک کی اطاعت سے دوسرے کی نافرمانی لازم آتی ہو تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا، اگر ایک کسی طاعت کا حکم دے رہا ہو اور دوسرا معصیت کا حکم دے رہا ہو تو وہ اطاعت کا حکم دینے والے کی فرمانبرداری کرے گا معصیت کا حکم دینے والے کی اطاعت میں معصیت کا ارتکاب نہیں کرے گا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" (خالق کی معصیت کر کے کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی) البتہ اس پر ضروری ہے کہ حکم قرآنی: "وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا معروفًا" (اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کئے جانا) کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ کافر والدین کے سلسلہ میں نازل

ہوئی ہے، لیکن مخصوص سبب نزول کے بجائے لفظ قرآنی کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا

لیکن اگر والدین کی فرمانبرداری میں تعارض کسی غیر معصیت میں ہو، اس طور پر کہ ایک ساتھ دونوں کی فرمانبرداری ممکن نہ ہوتو جمہور فرماتے ہیں کہ ماں کی اطاعت مقدم ہوگی، اس لئے کہ فرمانبرداری میں ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے، اور کہا گیا ہے کہ فرماں برداری میں دونوں برابر ہیں، چنانچہ مروی ہے کہ ایک شخص نے امام مالک سے عرض کیا کہ میرے والد سوڈان میں ہیں، انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں ان کے پاس آجاؤں، میری ماں مجھے جانے سے روکتی ہیں، امام مالک نے اس سے فرمایا: اپنے باپ کی بات مانو اور ماں کی نافرمانی نہ کرو، یعنی اپنے والد کے لئے سفر کر کے اپنی ماں کی خوشی میں اضافہ کرے، چاہے ماں کو اپنے ساتھ لے جا کر ہو، تا کہ اپنے والد کی اطاعت کر سکے اور ماں کی نافرمانی بھی نہ ہو۔

اور مروی ہے کہ حضرت لیث سے ٹھیک یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اپنی ماں کی اطاعت کرو، کیونکہ انہیں فرمانبرداری کا دو تہائی حق حاصل ہے، محاسبی نے اجماع نقل کیا ہے کہ فرمانبرداری میں باپ پر ماں مقدم ہے۔ (ماخوذ از: موسوعہ فقہیہ کویتیہ، جلد ۸)

حقوقِ والدین

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْامَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾ (نساء: ۵۸)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔‘‘

اس آیت سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جن لوگوں کا ہم پر حق واجب ہے ان کا حق ادا کیا جائے، دوسرے یہ کہ ایک کے حق کے لیے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا جائز نہیں۔ ان میں سے والدین کے حقوق بھی ہیں، والدین کے بعض حقوق واجب ہیں اور بعض صرف مستحب۔ بیوی اور اولاد کے بھی حقوق کی تعیین اور اگر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی تعارض آ جائے تو تطبیق و ترتیب معلوم کی جا سکتی ہے۔ اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت ضروری ہے ورنہ بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے، ان کے حقوق ضائع کر دیے جاتے ہیں اور بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں بیوی اور اولاد کی حق تلفی ہوتی ہے، حالانکہ دونوں باتوں سے قرآن پاک نے منع کیا ہے اور بسا اوقات کسی کا حق ضائع تو نہیں ہوتا، لیکن ناواقفیت کی وجہ سے بعض لوگ غیر واجب حقوق کو بھی اپنے ذمہ واجب سمجھتے ہیں اور ان کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انہیں ادا نہیں کر سکتے تو خواہ مخواہ وسوسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں بلا وجہ تنگی ہوتی ہے، اس سے ان کے دین کو نقصان پہنچتا ہے، اس لیے حقوق واجبہ اور غیر واجبہ میں فرق ضروری ہے، تاکہ نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ ہی خواہ مخواہ اپنے اوپر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی نوبت آئے۔

ذیل میں والدین کے حقوق کی تاکید اور ان کی ادائیگی کے احکام قرآن وحدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں بیان کیے جاتے ہیں:

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے خوش تھا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ناخوش تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ ذکر کیا۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو طلاق دے دو۔''

مشکوۃ شریف کی مشہور شرح ''مرقاۃ'' میں لکھا ہے کہ طلاق کا یہ حکم بطورِ استحباب فرمایا تھا، اگر وہاں طلاق دینے کا کوئی اور سبب تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا۔

امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ والد کا حق مقدم ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ والد اس عورت کو کسی غرض فاسد کی وجہ سے برا نہ سمجھتا ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی غرض فاسد کی وجہ سے اسے برا نہ سمجھتے تھے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرو اگرچہ وہ تجھے یہ حکم دیں کہ اہل وعیال اور مال

سے الگ ہو جاؤ۔‘‘

مرقاۃ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مکمل اطاعت کی تاکید اور مبالغہ کے طور پر ہے، اس کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ والدین کے حکم کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں، اگرچہ ماں باپ کو بیوی کے طلاق نہ دینے سے سخت تکلیف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے کبھی لڑکے کو سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور ماں باپ کی شفقت سے یہ بعید ہے کہ وہ بیٹے کی تکلیف کو جانتے ہوئے یہ حکم دیں کہ وہ بیوی یا مال کو الگ کر دے پس ایسی صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ اس حکم کے تاکید کے لیے ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا: خدا کے ساتھ شرک نہ کرو، اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ اور یہ یقیناً تاکید کے طور پر ہے، ورنہ ایسی مجبوری کی حالت میں کلمۂ کفر کہنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ ...﴾ (النحل: ١٠٦) سے ثابت ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اگر اس کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر کوئی ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور اگر والدین کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کرتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسی حدیث میں

ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کرتے ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ''اگر چہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں۔''

اس حدیث کی شرح میں مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور ان کے حقوق ادا کرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ والدین کی اطاعت صرف ان کی اطاعت نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، اس لیے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھ کر کرنی چاہیے۔ یعنی جو بات وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہیں اس کو ماننا چاہیے اور جو اس کے حکم کے خلاف کہیں اسے نہ ماننا چاہیے، کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری کرنا جائز نہیں۔ اور مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے ظلم کرنے سے مراد دنیوی ظلم ہے، اخروی ظلم مراد نہیں۔ یعنی دنیوی امور میں اگر چہ وہ زیادتی کریں تب بھی ان کی فرمانبرداری لازم ہے اور اگر وہ دین کے خلاف کوئی بات کہیں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: ''اگر چہ وہ دونوں ظلم کریں'' ایسا ہے جیسا کہ آپ نے زکوۃ وصول کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ''اپنے زکوۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو اگر چہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' مشکوۃ کی ایک شرح لمعات میں لکھا ہے: اس سے مقصود تاکید ہے یعنی تمہارے خیال میں یا بالفرض اگر وہ ظلم کریں تب بھی تم ان کو راضی کرو، کیونکہ اگر وہ

زکوۃ وصول کرنے والے واقعی ظلم کرتے تھے تو آپ ان کو راضی کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے؟

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''سب سے بہتر روزی اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں داخل ہے۔''

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب باپ ضرورت مند ہو تو بیٹے کے مال سے کھانے میں مضائقہ نہیں؛ لیکن ضرورت کے مطابق خرچ کرے، فضول خرچی نہ کرے۔ اگر باپ مالدار ہونے کے باوجود بیٹے کا مال لیتا ہے تو وہ اس پر قرض ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹے کے مال میں کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ اسے کھانے، پینے، کپڑے کی ضرورت ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

☆ کنزالعمال میں ہے: ''تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے دیتے ہیں۔ پس وہ اولاد اور ان کا مال تمہارے لیے ہیں جب تمہیں ضرورت ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے جو مسئلہ ابھی امام محمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے اخذ کیا تھا۔ نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ''تو اور تیرا مال اپنے

باپ کے لیے ہے'' کی یہی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد نان نفقہ ہے۔

مسئلہ(۱): جو کام شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ مثلاً: کسی شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے کا خطرہ ہو تو اس شخص کے لیے جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے۔ اسی طرح بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست کرے، بیوی اگر یہ مطالبہ کرے تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کے لیے رہائش کا علیحدہ انتظام کرے، اس کی طرف سے مطالبہ کے باوجود الگ رہائش کا انتظام نہ کرنا شوہر کے لیے جائز نہیں، اگرچہ ماں باپ علیحدہ کرنے پر راضی نہ ہوں۔

یاد رہے کہ بیوی کو مشترکہ مکان میں سے اتنا حصہ الگ کر کے دے دیا جائے جس میں اس کا سامان وغیرہ محفوظ ہو تو اس کا حق ادا ہو جاتا ہے، مکمل الگ گھر لے کر دینا ضروری نہیں۔

الفصل الثانی فی السکنی: تجب السکنی لها علیه فی بیت خال عن أهله و أهلها إلا أن تختار ذلك كذا فی العینی شرح الكنز. (هندیه: ۱/۶۶۲)

و فی الشامیة: ولو أراد أن یسكنها مع ضرتها أو مع احمائها كأمه و أخته و بنته فأبت فعلیه أن یسكنها فی منزل منفرد لأن إبائها دلیل الأذى والضرر ولأنه محتاج إلى جماعها و معاشرتها فی أی

وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث .(رد المحتار : ٥/ ٣٢١)

امرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع احمائها كأمه وغيرها فان كان في الدار بيوت وفرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا على حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتا آخر فان لم يكن فيها الا بيت واحد فلها ذلك.(هنديه/١ ص: ٦٦٢)

مسئلہ (۲): جو کام شریعت کی رو سے ناجائز ہوں اور ماں باپ اس کا حکم دیں مثلا: وہ کسی ناجائز نوکری کا حکم دیں، جاہلانہ رسومات پر مجبور کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔

جو کام شرعا واجب نہ ہو اور نہ ہی ناجائز کام ہو بلکہ جائز ہو، چاہے مستحب ہی ہو؛ اور ماں باپ اس کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں تو اس میں تفصیل ہے: دیکھنا چاہیے کہ اس کام کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کو تکلیف ہوگی، مثلاً غریب آدمی ہے اور اس کے لیے اپنے علاقے میں کمائی کی کوئی صورت نہیں، مگر ماں باپ باہر نہیں جانے دیتے تو ایسی صورت میں ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں۔

اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اس کام میں بیماری یا ہلاکت کا کوئی خطرہ ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس شخص کے اس کام میں مشغول ہو جانے سے والدین کی خدمت کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ان کو تکلیف پہنچنے کا قوی احتمال ہے یا نہیں؟ اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے سفر پر جانے سے ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ان کی مخالفت جائز نہیں، بلکہ اطاعت

واجب ہے اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں، یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہے اور نہ والدین کو تکلیف پہنچنے کا کوئی احتمال ہے تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر ان کی ممانعت کے باوجود جائز ہے۔ اگرچہ مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی اطاعت کرے۔

قال محمد فی السير الكبير اذا أراد الرجل أن يسافر إلى غير الجهاد لتجارة أو حج أو عمرة و كره ذلك أبواه فان كان يخاف الضيعة عليهما بأن كان معسرين و نفقتهما عليه و ماله لا يفى بالزاد والراحلة و نفقتهما فانه لا يخرج بغير اذنهما سواء كان سفر يخاف على الولد الهلاك فيه كركوب السفينة فى البحر او دخول البادية ماشيا فى البرد او الحر الشديدين او لا يخاف على الولد الهلاك فيه

وإن كان لا يخاف الضيعة عليهما بان كان معسرين ولم تكن نفقتهما عليه ان كان سفر لا يخاف على الولد الهلاك فيه كان له أن يخرج بغير اذنهما وان كان سفر يخاف على الولد الهلاك فيه لا يخرج الا باذنهما. (هنديه/٥ ص ٣٦٥، شامى ٦/ ص ٢٠٣)

اس اصول سے بعض فروعی مسائل کا بھی حکم معلوم ہوگیا، مثلاً: وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو کسی معقول عذر کے بغیر طلاق دیدو تو اس میں ان کی اطاعت واجب نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کہیں کہ اپنی ساری کمائی ہمیں دیدیا کرو تو اس میں بھی ان کی اطاعت واجب نہیں، اگر وہ اس بات پر مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ لا طاعة لمخلوق فى

معصية الخالق (المصنف لابن ابی شیبه: ۱۸ / ص ۲٤۷)

قال الشيخ محمد على الصابونی فی حاشية على رياض الصالحين انما أمره رسول الله ﷺ بطلاقها لأنه يعلم ان عمر لا يكره زوجة ابنه الا لأمر دینی فهو يريد لولده زوجة أتقى لله وأفضل وقد جعل الله الحق على لسان عمرؓ وقلبه وليس كل أب يأمر ولده بطلاق زوجته تجب طاعته (حاشية رياض الصالحين: ص ۹۹، المصباح لاهور)

مسئلہ (۳): والدین اگر اولاد کے مال میں سے اجازت کے بغیر مقدارِ ضرورت سے زیادہ لیں گے تو وہ زائد از ضرورت ان کے ذمہ قرض ہوگا جس کا مطالبہ دنیا میں بھی ہوسکتا ہے، اگر یہاں نہ دیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا۔ (ماخوذ از: تسہیل بہشتی زیور)

عن عائشةؓ قالت أفضل ما اكلتم كسبكم وان اولادكم من كسبكم قال محمد لا بأس به اذا كان محتاجا أن يأكل من مال ابنه بالمعروف فان كان غنيا فأخذ منه شيئا فهو دين عليه وهو قول أبى حنيفة قال محمد أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال ليس للأب من مال ابنه شيئ الا أن يحتاج اليه من طعام او شراب او كسو.

(كتاب الآثار لامام محمد الشيبانی ج/۲ ص: ۸۳۸)

والدین کے حقوق ان کی حیات میں

علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ماں باپ کی حیات میں ان کے سات حقوق بیان فرمائے ہیں:

[۱] عظمت؛ یعنی دل سے ان کو بڑا ماننا۔

[۲] محبت؛ یعنی دل سے ان کو چاہنا اوران سے محبت کرنا۔

[۳] اطاعت؛ یعنی جائز اُمور میں ان کی فرماں برداری کرنا۔

[۴] خدمت: یعنی انہیں مالی یا جسمانی جس طرح کی خدمت کی ضرورت ہو پوری کرنا۔

[۵] فکرِ راحت؛ یعنی ان کی راحت وآرام کا خیال رکھنا۔

[۶] رفعِ حاجت؛ یعنی ان کی ضرورت پوری کرنا۔

[۷] گاہے گاہے ان کی ملاقات؛ یعنی اگر وہ کہیں اور رہتے ہوں، تو کبھی کبھی ان سے ملنے اور خیریت معلوم کرنے کے لیے جانا۔

﴿وقضی ربك ألاتعبدوا إلاإياه وبالوالدين احسانا إما يبلغنّ عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما۔ واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب ارحمهما كماربياني صغيرا﴾۔ (سورة الإسراء: ٢٣،٢٤) ﴿وعبدوا اللّٰه ولاتشركوابه شيئًاوبالوالدين احسانا﴾۔ (سورة النساء: ٣٦) ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حسنًا﴾۔ (عنكبوت:٨) ﴿ووصّينا الانسان

بوالديه احسانًا﴾۔ (سورة أحقاف:١٥)

مـا فـى أحكام القرآن للتهانوى: قرن اللّٰه تعالٰى إلزام برّ الوالدين بـعبـادتـه وتـوحيده، وأمربه كما أمر بهما، كما قرن بشكره في قوله: ﴿أن اشكـرلـي ولـوالـديك إلـى المصير﴾۔ وكفى بذلك دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما، والإحسان إليهما، وقال تعالى: ﴿ولا تـقـل لهـما افٍّ ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريمًا﴾ إلى آخر القصة۔ (٢٦٠/٢، سورة النساء: ٣٦)

مـافـي "الـقـرآن الكريم": ﴿ووصّينا الانسان بوالديه حملته امه وهـنًـا عـلـى وهـن وفـصٰلـه فـي عـامين ان اشكر لي ولوالديك اليّ المصير﴾. (سورة لقمان:١٤)

مـافـي "مـرقـاة الـمـفـاتيح": فانه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة.
(١٣٣/٩، كتـاب الآداب، بـاب البـر والـصـلة، الـفـصـل الأول، رقم:٤٩١٢)

مـافـي "الموسوعة الفقهية":يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بـالـقـول الـليـن الـدال على الرفق بهما والمحبة لهما، وتجنب غليظ الـقـول الـمـوجـب لـنـفرتهما، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما ك "يـاأمـي" و "يـاأبـي" وليـقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما

ویعلمهما ما یحتاجان إلیه من أمور دینهما ولیعاشرهما بالمعروف، أي بکل ماعرف من الشرع جوازه، فیطیعهما في فعل جمیع ما یأمرانه به من واجب أو مندوب، وفي ترك مالا ضرر علیه فی ترکه۔

(۹/۸، برّالوالدین، بم یکون البرّ)

والدین کے حقوق ان کی وفات کے بعد

علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد ان کے سات حقوق بیان فرمائے ہیں:

[۱] ان کے لیے اللہ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا۔

[۲] ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے۔

[۳] ان کے رشتے دار دوست و متعلقین کی عزت کرنا،۔

[۵] ان کی امانت اور قرض ادا کرنا،۔

[٦] ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا۔

[۷] کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔

(۱) مافي "صحیح مسلم": عن عبداللّٰہ بن عمر قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: "إن من أبرّ البرِّ صلة الرجل أهل وُدّ أبیه بعد أن یولّی"۔

(۲/۳۱٤، کتاب البر والصلة، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم ونوهما، رقم: ۲۵۵۲)

مافي "مرقاة المفاتيح": (بعد أن يولى) بتشديد اللام المكسورة أي يدبر ويغيب بسفر أو موت۔

(۱۲۸/۹، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، رقم: ٤٩١٧)

مافي "مشكوة المصابيح": عن أبي أسيد الساعدي قال: بينا نحن عند رسول اللّٰه ﷺ إذجاءه رجل من بنى سلمة فقال: يا رسول اللّٰه ! هل بقي من برّ أبويّ شيء أبرهما به بعد موتهما ؟ قال : نعم؛ الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وانفاد عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لاتوصل إلا بهما، وإكرام صديقهما"۔ رواه أبوداود وابن ماجة۔

(ص/٤٢٠، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، رقم: ٤٩٣٦، تفسير القرطبي: ٢٤١/١٠، سورة الإسراء: ٢٣، سنن أبي داود: ٧٠٠، كتاب الأدب، باب في بر الوالدين، رقم: ٥١٤٢)

(المسائل المہمۃ: ۲۸۱/۷)

بچہ کے متعلق کچھ عمومی احکام

بچہ شکم مادر میں

بظاہر بچہ کی تربیت اور نگہداشت کا آغاز بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے، لیکن اصلا ماں کے پیٹ میں حمل قرار پاتے ہی بچہ کی پرورش کی ذمہ داریاں شروع ہو جاتی ہے، حمل قرار پانے کے بعد والدین کی بے احتیاطی لاعلمی اور

جہالت کی وجہ سے روزانہ ہزاروں بچے موت کا لقمہ بن جاتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ بطن مادر میں بچہ کی پرورش کے وقت سے ہی والدین احتیاط وتدبیر سے کام لیں اسی طرح اگر ماں مخصوص مدت میں خوشگوار ماحول میں رہے اور عبادت خشوع وخضوع سے کرے، قرآن پاک کی تلاوت زیادہ کرے تو اس سے بھی بچہ کی نشونما پر اچھا اثر پڑتا ہے۔

ولادت کے بعد:

تحنیک کروانا۔

بچہ کے پیدا ہونے کے بعد میٹھی چیز کو بطور تحنیک کے پیش کرنا مسون ہے، اور تحنیک کے لئے کھجور زیادہ بہتر اور مسنون بھی ہے، حضرت ابوطلحہؓ کے بچہ کی تحنیک آپ ﷺ نے فرمائی تھی۔

بچہ کے کان میں اذان واقامت کہنا

ولادت کے بعد بچہ کو غسل دیکر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مسنون ہے، بچہ کے کان میں اذان کی حکمت یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سے شیطان بھاگ جاتا ہے، بچہ کی روح شیطانی دعوت سے پہلے اسلامی دعوت سے آشنا ہو جاتی ہے۔

نام رکھنا

بچہ کی ولادت کے بعد اس کا نام رکھنا ہر برادری اور معاشرہ کا عام معمول

ہے، اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، وہ اس بارے میں بھی رہنمائی کرتا ہے کہ ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے اور نام اچھا رکھا جائے، جو لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے بہتر اور مناسب ہو، کیوں کہ نام کی وجہ سے بچہ کے کردار پر اثر پڑتا ہے، آپ ﷺ نے اچھے نام رکھنے کو پسند فرمایا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی کو عبد اللہ اور عبد الرحمٰن یہ دو نام بہت پسند ہے، بعض ناپسندیدہ ناموں کو آپ ﷺ نے بدل بھی دیا تھا۔

عقیقہ کرانا

بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا مسنون ہے، لیکن یہ فرض یا واجب نہیں ہے، عقیقہ کرنے سے بچہ کی بہت سی مصیبتیں دور ہوتی ہیں، عقیقہ کا گوشت غریبوں میں تقسیم کرنے سے غریبوں کی دعائیں بچہ کہ ملتی ہیں، جن کے قبول ہونے کا قوی امکان رہتا ہے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی گوشت دیا جاتا ہے، اس سے سماجی روابط مضبوط ہوتے ہیں، اخوت اور بھائی چارے کی فضا ہموار ہوتی ہے۔

سر مونڈانا

جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو اس کے سر کے بالوں کو مونڈا جائے، یہ مسنون فعل ہے، اور بچہ کی صحت کے لئے مفید بھی ہے، اس سے اس کے مسامات کھل جاتے ہیں، بچہ کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ میں دینی چاہئے، یہ بھی مسنون فعل ہے۔

ختنہ کرانا

ختنہ کرنا سنت ہے، اور ثواب کا کام ہے، اور نہ کرنے والا گنہگار رہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان الاقلف لا يترك فى الاسلام حتى يختتن ولو بلغ ثمانين سنة ''ترجمہ: بے ختنہ آدمی کو اسلام میں برداشت نہیں کیا جا سکتا، یہاں تک کہ وہ ختنہ کرائے، چاہے اس کی عمر اسی سال ہو۔

بچوں کو چومنا اور پیار کرنا

والدین کا فرض ہے کہ اولاد سے پیار و محبت کریں، محبت ایک فطری جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر ماں باپ کے دل میں پیدا فرمایا ہے، ماں عائشہؓ بیان فرماتی ہے کہ ایک دیہاتی صحابیؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور بولے کیا تم لوگ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہو؟ ہم تو بچوں کو نہیں چومتے ۔ نبی کریم ﷺ نے سنا تو فرمایا میں کیا کرسکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم کا مادہ نکال دیا ہے۔

بچوں کو چومنا اور پیار کرنا رحم کی علامت ہے، اگر بچوں سے پیار کیا جائے تو وہ بھی آپس میں پیار و محبت کرنا سیکھتے ہیں، اس لئے بچوں سے پیار و محبت کا اظہار کرنا چاہئے۔

بچوں کے لئے تفریح

بچوں کے لئے تفریح بھی ضروری ہے، یہ ان کا حق ہے، بچوں کے لئے جسمانی بھاگ دوڑ کے کھیلوں کو ترجیح دینی چاہئے۔ افسوس آج کل اس کی بجائے

بچوں کے لئے شطرنج، تاش، لڈو وغیرہ جیسے کھیلوں کو اہم سمجھا جاتا ہے۔

تربیت کے چند بنیادی نکات

۱۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں حکمت ودانائی سے کام لینا چاہیئے۔

۲۔ بچوں کی بہتر تربیت کے لئے ضروری ہے کہ گھر کے ماحول کو خوش گوار بنایا جائے، تاکہ بچے اچھے اخلاق اور اچھی صفات کے عادی ہوں۔

۳۔ اگر بچہ سے کوئی غلطی ہو جائے تو عفو درگذر سے کام لیا جائے، بچہ کی غلطی پر اسے دوسروں کے سامنے ٹوکنا نہیں چاہیئے، بلکہ تنہائی میں دل نشیں انداز میں سمجھائیں۔ غلطی پر ٹوکتے ہوئے خوبیوں کا تذکرہ ضرور کریں۔

۴۔ اگر گھر پر مہمان یا رشتہ دار آئیں تو ان سے اپنے بچوں کی شکایت نہ کریں، بلکہ حسن ظن اور چشم پوشی سے کام لیں۔

۵۔ بچوں کو اپنے معیار پر نہ جانچیئے، آپ سالہا سال کے تجربوں اور آزمائشوں سے جس مقام پر پہنچے ہیں، بچوں کو ابھی سے اس مقام پر دیکھنا یقیناً ان کے ساتھ ظلم ہے۔

۶۔ بچوں کو ایسے کام آزادانہ طور پر کرنے دینے چاہیئے، جن سے ان میں خود اعتمادی اور جرئت پیدا ہو، بات بات پر ان کو ٹوکنا نہیں چاہیئے۔

۷۔ بچوں کی فطری خواہشات کو مکمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے۔

۸۔ بچوں کی قوت وصلاحیت اگر غلط رخ پر صرف ہو رہی ہو تو مثبت

سرگرمیوں کی طرف اس کی قوت وصلاحیت کو صرف کرنے کی کوشش کریں، اسے بالکل ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۹۔بچوں کی نفسیات وجذبات واحساسات کو سمجھنا بہت ضروری ہے، بچوں کی تعلیم وتربیت میں ان کی عمر اور استعداد کا ضرور خیال رکھیں۔

۱۰۔والدین بچوں کے سامنے خود مثالی کردار پیش کریں، اس کی وجہ سے بچہ فطری طور پر ان کی تقلید کرتا ہے، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بچہ اپنے والدین کا عکس ہوتا ہے۔

۱۱۔بچوں کی صحبت اور ان کی نشست و برخواست پر بھی نظر رکھیں، وہ اچھے بچوں سے ملیں اور برے اخلاق کے عادی لوگوں سے بچیں۔

۱۲۔بچوں کو شروع ہی سے سادہ اور باپردہ لباس کی عادت ڈالیں۔

۱۳۔دینی فرائض کے معاملے میں بچوں پر سختی کریں، حضورﷺ نے دینی معاملات میں اولاد پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے، کیوں کی دنیا کی معمولی سختی حتی کہ مار پیٹ کی سزا بھی آخرت کے عذاب سے ہزار درجہ بہتر ہے، آپﷺ کا فرمان ہے ''مروا أولادکم بالصلاۃ و ھم أبناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم أبناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع ''سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دو (اگر وہ نہ پڑھیں) تو دس سال کی عمر میں انہیں مارو اور ان کے بستر بھی علحدہ کردو۔

۱۴۔بچوں کو ٹالنے کے لئے جھوٹ کا سہارا نہ دیں، گھریلو ماحول کو جھوٹ سے پاک رکھیں، وقتاً فوقتاً جھوٹ کے نقصانات اور سچ کے فوائد سے آگاہ کرتے

رہیں۔

۱۵۔ بچوں کے ساتھ عدل وانصاف کا سلوک کریں۔تا کہ بہن بھائیوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض وعناد کا جذبہ پیدا نہ ہو۔

۱۶۔ بچے کے دل میں اللہ تعالی سے محبت اور ایمان کا بیج بویا جائے ، اور بچوں کو یہ سیکھایا جائے کہ وہ اللہ ہی سے سوال کریں، اوراسی سے مدد طلب کریں۔

۱۷۔ گھروں میں نماز کی پابندی کی جائے، تا کہ اس کی وجہ سے بچہ کا ذہن دین کی طرف راغب ہو۔

۱۸۔ روزانہ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں۔

والدین کی ذمہ داریاں

والدین کی ذمہ داری ہے کہ گھریلو زندگی کو مجموعی اعتبار سے بچوں کے لئے نمونہ کی زندگی بنائیں یہ ان کا فرض ہے۔

۱۔ بچہ کے کردار اور رویہ پر تنقید کرنے کی بجائے اپنے کردار اور رویہ کا جائزہ لیتے رہیں، اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے بچوں کی مناسب موقعوں پر ہمت افزائی کریں، اور کبھی بھی ہمت شکنی نہ ہونے دیں۔

۳۔ بچوں کو ایسے کام بتلائے جائیں جو ان کی عمر، دلچسپی اور صلاحیت کے عین مطابق ہوں۔

۴۔ گھریلو لڑائی جھگڑوں اور گالی گلوچ سے اجتناب کریں۔

۵۔ بچوں پر بلا وجہ سختی نہ کریں، اور نا ہی بے جا ان کی نگرانی کریں، کیوں کہ اس کی وجہ سے بچے ضدی ہو جاتے ہیں۔

۶۔ بچوں کی درست بات اور جائز تنقید کو برداشت کریں۔

۷۔ غصہ، نفرت، اور عدم توجہی کے اظہار سے پورے طور پر پرہیز کریں۔

۸۔ بچوں میں خود اعتمادی اور احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

۹۔ بچہ خواہ کیسا ہی ہو، اس کی عزت کریں، اور اس کے وجود و شخصیت کو تسلیم کریں۔

احکام الام

ام؛لغوی اوراصطلاحی معنی۔

ام کے لغوی معنی: ہر چیز کی بنیاد اور جڑ کے ہیں ابن بریدرحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی جانب بہت سی چیزیں منسوب ہو تو وہ اس کی بنیاد ہے۔

وأم كـل شيئ أصله وعماده قال ابن بريدؒ كل شيئ انضمت إليه اشياء فهو أم لها۔ (لسان العرب: ۲۱۸/۱)

وأعلم أن كل شيئ يضم إليه سائر مايليه فإن العرب تسمى ذلك الشيئ أما۔ (لسان العرب:۲۱۹/۱)

اصطلاحی معنی: ماں ہر اس مؤنث کا نام ہے جس پر تیری ولادت موقوف ہے اس ماں میں رحم کے اعتبار سے جننے والی کی مائیں اور دادیاں اور باپ کی ماں اور اس کی دادیاں اوپر تک شامل ہیں۔

الأم : هـى كـل أنثـى لهـا عليك ولادة من جهة الأم أو من جهة الأب. (القاموس الفقهى:۲٤)

کتاب الطهارة

حالتِ جنابت میں بچے کو دودھ پلانا

ناپاکی کی حالت میں ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ پاک صاف ہوکر دودھ پلائیں۔

(خواتین کے مسائل اوران کا حل: ۱/۲۵۷) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۱۴۰)

وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغی أن يتمضمض و يغسل يديه۔ (عالمگيری: ١٦/١)

وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغی أن يتمضمض و يغسل يديه ثم يأكل و يشرب. (بدائع الصنائع: ١٥١/١)

بچے کی وجہ سے تیمّم کرنا

اگر عورت کو اپنی یا اپنے بچہ کی بیماری کا خوف ہوتو ایسی صورت میں ماں کے لئے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

(خواتین کے مسائل اوران کا حل: ۱/۲۹۲)

من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا أو لمرض يشتد او يمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولوفی المصر ...... فصار الأصل أنه متی قدرعلی الاغتسال بوجه من الوجوه لايباح له التيمم اجماعا۔ (شامی: ٣٩٨،٣٩٥/١)

يتيـمم لبعده ميلا عن ماء أو المرض أو برد أو خوف عدو ---- أو لـمـرض أي بأن يخاف اشتداد مرضه لو استعمل الماء۔ أو برد أي أن خـاف الـجـنـب أو الـمحدث إن اغتسل أو توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه تيمم۔ (بحرالرائق: ۱/۲٤۱،۲٤٦/تاتارخانيه: ۱/۳٦٦/ تبيين الحقائق: ۱/۱۱۷، ۱۱۹)

کتاب الصلوة

نفاس کی حالت میں ماں کا بچہ کے کان میں اذان وتکبیر کہنا

بچہ کی پیدائش کے وقت بچے کے کان میں جواذان کہی جاتی ہے اس کا مقصد بچہ کے کان اوراس کے دل ودماغ میں سب سے پہلے ایسی آواز پہنچانا ہے جواللہ کی یاد تازہ کرنے والی ہواور شیطان کی نفرت پیدا کرنے والی ہو،اسی موقع سے بچہ کے کان میں اذان واقامت کہی جاتی ہے،اور یہ ایک ذکر ہے،لہذا ماں بذات خود بھی اذان دے سکتی ہے،لیکن بہتر یہ ہے کہ ماں نفاس کی حالت میں یہ الفاظ نہ کہے ہاں !اگرکوئی دوسرا آدمی وہاں اذان دینے کے لئے موجود نہیں ہے تو چوں کہ نفاس کی حالت میں ذکر جائز ہے اس لئے ماں نفاس کی حالت میں بچہ کے کان میں اذان دے سکتی ہے۔(فتاوی محمودیہ:۵/۴۵۵،۴۵۶)

(ويـكـره أذان الجنب وإقامته) قوله (ويكره أذان الجنب) وصرح فى الخانية بأنه تجب الطهارة فيه عن أغلظ الحدثين، وظاهره أن الكراهة تحريمية۔ (شامى: ۲/ ٦۰)

(ومنها) حرمة قراءة القرآن، لاتقرأ الحائض والنفساء والجنب شيئامن القرآن والآية وما دونها سواء من التحريم على الأصح إلا ان لايقصد بما دون الآية القراءة مثل أن يقول "الحمد لله" يريد الشكر أو "بسم الله" عند الأكل أو غيره فإنه لابأس به، هكذا في الجوهرة النيرة ولا تحرم قراءة آية قصيرة تجرى على اللسان عند الكلام كقوله تعالىٰ : "ثم نظر" أو "ولم يولد" هكذا في الخلاصة، ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك كذا في السراجية۔ (فتاوى هنديه: ۱/۵۱،۵۲)

ماں کے پکارنے پرنماز توڑنے کا حکم

(۱) آدمی فرض نماز میں مشغول ہو اور نماز کے درمیان اگر ماں یا باپ آواز دے تو اس کی چند صورتیں ہیں:

(الف) آدمی فرض نماز میں مشغول ہو اور والدین کی پکار کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے ہو جس کو پورا نہ کرنے پر ان کو سخت نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز توڑ کر ان کی پکار کا جواب دینا اور ضرورت پوری کرنا ضروری ہوگا۔

(ب) آدمی فرض نماز میں مشغول ہو اور والدین کی پکار کسی ایسے غیر اہم کام کے لئے ہو جس کو بعد میں بھی پورا کیا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز نہیں توڑی جائیگی۔

(۲) آدمی نفل نماز میں مشغول ہو اور نماز کے درمیان والدین پکارے تو

اس کی دوصورتیں ہیں:

(۱) آدمی نفل نماز میں مشغول ہو اور والدین اس کو پکارے اور والدین کو اس بات کا علم نہ ہو کہ بیٹا نماز میں ہے تو ایسی صورت میں نماز توڑ کر والدین کی پکار کا جواب دینا ضروری ہوگا۔

(۲) آدمی نفل نماز میں مشغول ہو اور والدین اس کو پکارے اور ان کو اس بات کا علم بھی ہو کہ بیٹا نماز میں ہے تو ایسی صورت میں درمختار میں ہے: ''لا یجیبه'' یعنی نماز نہیں توڑے گا؛ البتہ تجنیس میں طحاوی کے حوالے سے جواب نہ دینے کو ''لا بأس'' کہا ہے یعنی نماز نہ توڑنے کی گنجائش ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں بھی نماز توڑنا اور جواب دینا افضل ہے؛ البتہ ضروری نہیں۔

ولو دعاه أحد أبويه فی الفرض لایجیبه إلا أن یستغیث به. وفی النفل إن علم أنه فی الصلاة فدعاه لایجیبه وإلا أجابه. قوله لایجیبه عبارة التجنیس عن الطحاوی: لابأس أن لایجیبه. قال ح: وهی تقتضی أن الإجابة أفضل. (در مختار مع الشامی: ۲/ ۵۰٤)

المصلی إذا دعاه أحد أبویه فلا یجیبه مالم یفرغ من صلاته إلا أن یستغیث به لأن قطع الصلاة لایجوز إلا لضرورة.

فأما فی النوافل إذا ناداه أحد أبویه إن علم أنه فی الصلاة وناداه لابأس به أن لایجیبه وإن لم یعلم یجیبه. (بحرالرائق: ۲/ ۱۲۵)

لو دعاه أحد الأبوین لایجیبه فی الفرض إلا أن یستغیث وفی

النفل إن علم أنه فی الصلاة فدعاه لایجیبه و إلا أجابه۔ (نهر الفائق: ۳۰۹/۱)

بچہ کے رونے کی وجہ سے ماں کا نماز میں تخفیف کرنا

نماز میں تخفیف کرنا یہ چند اعذار کی بناء پر ہوتا ہے، جیسے اسٹیشن پر نماز پڑھی جارہی ہو اور گاڑی نکل جانے کا خطرہ ہو، اسی طرح کوئی آدمی گھر یا مسجد کے صحن میں نماز پڑھ رہا ہو اور اسی اثناء میں بارش ہونے لگے اور بھیگ جانے کا خطرہ ہو تو اس قسم کے حالات میں زیادہ سے زیادہ اختصار کر کے ما تجوز به الصلاۃ کے ساتھ جلدی نماز ختم کر دینی چاہئے، من جملہ ان اعذار میں سے ایک بچہ کا رونا ہے کہ ماں نماز میں مشغول ہو اور بچہ بہت زیادہ رو رہا ہو تو ایسی حالت میں ماں کے لئے نماز میں اختصار کرنے کی اجازت ہوگی۔

وصح "أنه علیه الصلاة والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بكاء صبي" ------- فقد ظهر من كلامه أنه لاینقص عن المسنون إلا لضرورة كقراءته بالمعوذتین لبكاء الصبي۔ (شامی: ۳۰۵/۲)

حاملہ عورت کی نماز جنازہ

اگر کسی عورت کے پیٹ میں بے جان بچہ ہو اور اس حالت میں اس عورت کا انتقال ہو جائے تو ایسی صورت میں جنازہ ایک ہی ہوگا اور ان کی ایک ہی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (خواتین کے مسائل اور ان کا حل: ۴۱۷/۱)

وإن جمع جاز بأن صلی علی الكل صلاة واحدة۔ (شامی:

۱۱۸/۳)

ومـن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث و يورث ويسمى إن استهـل ---- وإلا يستهل غسل وسمى --- ولم يصل عليه۔ (شامی: ۱۲۹/۳، ۱۳۱)

مادرِرحم میں مردہ بچے اورمردہ ماں کے پیٹ میں زندہ بچے کا حکم

اگر بچے کی موت کا پورا یقین ہو، اوراس کے نہ نکالنے کی صورت میں ماں کے مرجانے کا خوف ہوتو ماں کی جان بچانے کی خاطر پیٹ چیر کر بچے کو نکالنا جائز ہے۔لیکن اگر بچہ زندہ ہوتو کاٹنا جائز نہیں۔

اوراگر حاملہ عورت یعنی ماں مرجائے اوراس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتو ایسی حالت میں ماں کے پیٹ کو چیر کر بچے کو نکالا جائے گا۔

حـامـل مـاتـت وولـدهـا حيّ يضطرب شق بطنها من الأيسر و يـخـرج ولـدهـا و لـو بالعكس وخيف على الأم قطع و أخرج لو ميتا وإلا لا. قوله وإلا لا : أى ولو كان حياً لا يجوز تقطيعه لأن موت الأم به موهوم و لا يجوز قتل آدمى حيّ لأمر موهوم . (شامی: ۳-۱٤٥)

الحبلى إذا ماتت و فى بطنها ولد يضطرب يشق بطنها و يخرج الولد لا يسع إلا ذلك. (البحر الرائق : ۲-۳۳۰)

کتاب الزکوة

ماں کو زکوة دینا

بیٹے کا اپنی ماں کو زکوة دینا درست نہیں ہے اگرچہ ماں محتاج ہو اسی طرح ماں کا اپنے بیٹے کو زکاة دینا درست نہیں ہے۔

ولایدفع المزکی زکاة ماله إلی أبیه وجده وإن علا ولا إلی ولده وولد ولده وإن سفل لأن منافع الأملاك بینهم متصلة فلا یتحقق التملیك علی الکمال. (هدایه: ۲۲۳/۱)

ولایدفع المزکی زکاته إلی أبیه وجده وإن علا ولا إلی ولده وولد ولده وإن سفل لان منافع الاملاك بینهم متصلة فلا یتحقق التملیك علی الکمال. (فتح القدیر: ۲۷٤/۲)

وعن علی رضی اللّٰه عنه أنه قال: لیس لولد ولا لوالد حق فی صدقة مفروضة. (إعلاالسنن: ۹۱/۹) وفی "رحمة الأمة" واتفقوا علی أنه لایجوز دفع الزکاة إلی الوالدین وإن علوا، والمولودین وإن سفلوا. (إعلاء السنن: ۹۱/۹)

وإلی من بینهما ولاد أي بینه وبین المدفوع إلیه، لأن منافع الاملاك بینهم متصلة فلا یتحقق التملیك علی الکمال. (شامی: ۲۹۳/۳)

ایسے رشتہ داروں کو زکوۃ دینا جن کا نفقہ مزکی پر واجب ہو۔

ایسے رشتہ دار جن کا نفقہ مزکی پر واجب ہے وہ دو طرح کے لوگ ہیں:

(۱) جن سے ولادت کا تعلق ہو، جیسے باپ بیٹا، ماں بیٹا؛ ان کا ایک دوسرے کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے؛ جیسا کہ اوپر کے مسئلہ میں گزر گیا۔

(۲) جن کے ساتھ ولادت کا تعلق نہ ہو؛ البتہ قرابت قریبہ کی وجہ سے ان کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور ان کو زکاۃ دینا بھی جائز ہے؛ البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ نفقہ کی رقم زکاۃ کی رقم میں شمار نہ ہوگی۔

وجميع القرابات غير الأولاد يجوز الدفع إليهم وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة. ولو كان بعضهم فى عياله ولم يفرض القاضى النفقة له عليه فدفعها إليه ينوى الزكاة جاز عن الزكاة وإن فرضها عليه فدفعها ينوى الزكاة لايجوز لأنه أداء واجب فى واجب آخر فلا يجوز إلا إذا لم يحتسبها بالنفقة لتحقق التمليك على الكمال۔ (تبيين الحقائق: ۱۲۳/۲)

ولو دفع زكاته إلى من نفقته واجبة عليه من الأقارب جاز إذا لم يحسبها من النفقة۔ (شامى: ۲۹۳/۳)

ولو دفع زكاته إلى من نفقته واجبة عليه من القرابة جاز إذا لم يحتسبها من النفقة. (بحرالرائق: ۴۲۵/۲)

سوتیلی ماں کو زکوۃ دینا

سوتیلی ماں کو زکاۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس شرط پر کہ وہ زکات کی

مستحق ہو، کیونکہ سوتیلی ماں نہ تو اصول میں داخل ہے اور نہ فروع میں اور نہ ہی اس کے ساتھ زوجیت کا رشتہ ہے، یعنی اس کا نفقہ بچے پر واجب نہیں۔

ویجوز دفعها لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته۔ (شامی: ۲۹۳/۳)

ویجوز أن يعطى امرأة أبيه وابنه وزوج ابنته۔ (تاتارخانیه: ۲۱۱/۳)

ويجوز دفع الزكاة لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته۔ (فقه الاسلامی وادلته: ۷۹۳/۲)

کتاب الصوم

بچے کی جان کے خوف سے روزہ توڑنا

اگر حاملہ عورت کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں دودھ پلاتی ماں اپنی صحت یا اپنے دودھ پیتے بچے کی صحت کو دیکھتے ہوئے روزہ کو برداشت نہیں کر سکتی تو ایسی حالت میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔ ہاں اگر کوئی دوسری غیر روزہ دار عورت کا دودھ بچہ پی لیتا ہے تو پھر بچہ کی ماں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی، لیکن اگر بچے کے لئے کسی اور عورت کا انتظام نہیں ہو سکتا، جیسے کہ بچے کا باپ تنگ دست ہے یا بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہیں پیتا تو ایسی صورت میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہوگی۔

ومنها حبل المرأة وإرضاعها: الحامل و المرضع إذا خافتا على

أنـفسهـا أو ولـدهـما أفطرتا(عالمگیری۔ الباب الخامس فی الاعذار التی تبیع الاعذار: ۳۰۷/۱۔ وھکذا فی الھندیه: ۲۶۳/۱)

الأعـذار الـمبیـحة لـلـفطر المرض والسفر والحبل والرضاع إذا اضر بها أو بولدها. (تبیین الحقائق۔ فصل فی العوارض: ۱۸۹/۲)

أو حـامـل أو مـرضع خافت بغلبة الظن علی نفسها أو ولدها أو مـریـض خاف الزیادة لمرضه أي ابطاء البرء أو فساد عضو۔ (شامی۔ فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم: ۴۰۳/۳)

فـامـا الأم فـلوجوبه دیانة مطلقا وقضاء إذا کان الأب معسرا أو کان الولد لایرضع من غیرھا۔ (شامی:۴۰۳/۳۔ بحرالرائق:۵۰۰/۲)

وللحامل والمرضع إذا خافتا علی الولد أو النفس أي لهما الفطر دفعا للحرج ولقوله: "إن اللّٰه وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة وعـن الـحـامـل والـمـرضـع الـصوم" لأنها لو لم تخف لایرخص لها الفطر.(بحرالرائق۔ فصل فی العوارض: ۴۹۹/۲،۵۰۰)

حالتِ صوم میں بچے کے لیے روٹی چبانا

اگر چھوٹے بچے کو روٹی چبا کر کھلانے کی ضرورت ہو اور روزہ دار عورت (ماں) کے علاوہ وہاں کوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا نہ ہو تو ماں اپنے بچے کو لقمہ چبا کر دے سکتی ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ چبانے میں کوئی حصہ حلق کے نیچے نہ اترے ورنہ روزہ ٹوٹ جائیگا۔

ومـن الـعـذر فـی الثانی أن لا تجد من یمضغ الطعام لصبیها من

حـائـض أو نـفسـاء أو غيـرهـمـا مـمـن لايصوم ولم تجد طبيخا ولا لبنا حليبا۔ (هندیه: ۲۵۳/۱/ شامی:۳۹۵/۳)

والـمـضـغ بعذر بأن لم تجد المرأة من يمضغ لصبيها الطعام من حـائض أو نفساء أو غيرهما ممن لايصوم ولم تجد طبيخا ولبنا حليبا لابأس به للضرورة. (بحرالرائق: ۴۸۹/۲/تبيين الحقائق: ۱۸۵/۲)

كتاب الحج

بیٹے کی کمائی سے ماں کی حج

ماں بذاتِ خود حج کی مالی استطاعت رکھتی ہوتو اس پر حج فرض ہوگا ورنہ نہیں، یعنی اگر ماں کی مالی استطاعت نہیں اور اولاد مالدار ہےتو اولاد کے مالدار ہونے سے ماں پر حج فرض نہیں ہوگا۔

ہاں بیٹا اگر ماں کو حج کے مصارف فراہم کردےتو اب حج فرض ہوجائے گا اوران پیسوں سے حج کی ادائیگی درست ہوجائے گی۔

اگر بیٹے نے ماں کو حج کے مصارف کا مالک نہیں بنایا، بلکہ اپنے ساتھ حج کے لیے لے کر نکلا اور تمام مصارف بیٹا ادا کرتا ہے،اور ماں نے وہاں پہنچ کر حج کیا تو یہ حج بھی اداءِ فرض میں معتبر ہوگا۔

إن الـقـدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الإباحة و العارية. (شامی: ۴۶۰/۳)

والـقـدرة عـلـى الـزاد والـقـدرة على الراحلة أن لايكونا بطريق

الإبـاحة ولا بـطريق العارية فى حق الراحلة بل بطريق الملك فيهما أو بـطـريـق الاستئـجـار فـى حـق الـراحـلة. (تبيين الـحـقـائـق: ٢/ ٢٤٠/بحرالرائق: ٥٤٨/٢)

ومـنهـا القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أوالإجارة دون الإعارة والإباحة۔ (هنديه: ٢٧٧/١)

شـرط الـوجـوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ألا ترى أن المال لا يشترط فى حق المكى (مجمع الأنهر: ١-٢٦٠)

والدہ کوعمرے کا ثواب

اگر کوئی آدمی اپنی والدہ مرحومہ کو عمرہ کا ثواب پہنچانا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی یہ کہ آدمی خود اپنی طرف سے عمرہ کرے اور ثواب اپنی والدہ کو بخش دے۔

(۲) دوسری یہ کہ احرام باندھتے وقت یہ نیت کرے کہ میں اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھتا ہوں، یااللہ! عمرہ میرے لئے آسان فرما اور میری والدہ کی جانب سے اس کو قبول فرما۔

الأصـل أن كـل مـن أتـى بـعبـادةٍ ما، له جعل ثوابها لغيره ــــ سواء كـانت صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة۔ (شامى: ١٠/٤)

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلك۔ (بحرالرائق: ١٠٥/٣)

الأصل فى هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره ــــ صلاة كان أو صوما حجاأو صدقة أو قراءة القرآن أوأذكارإلى غير ذلك۔ (تبيين الحقائق: ٤١٩/٢)

ومنها نية المحجوج عنه عند الإحرام، والأفضل أن يقول بلسانه: لبيك عن فلان۔ (هنديه: ٣٢٩/١)

أن الحج عن الغير إن شاء قال : لبيك عن فلان وإن شاء اكتفى بالنية۔ (تاتارخانيه: ٦٤٧/٣)

ماں کی طرف سے اولاد کا حج بدل

والدہ مرحومہ کی جانب سے بیٹا یا بیٹی حج بدل کر سکتے ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ وہ (بیٹا یا بیٹی) پہلے اپنا حج اداء کر چکے ہوں، کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں کراہت لازم آتی ہے۔

والذى يقتضيه النظر أن حج الضرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم ــــ ومع ذلك يصح لأن النهى ليس لعين الحج ــــ والحق أنها تنزيهية على الآمر۔ (شامى: ٢١/٤)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلا عن نفسه أن يحج

رجـلا قـد حـج عـن نفسه، ومع هذا لو أحج رجلا لـم يحج عن نفسه حـجة الإسـلام يـجـوز عـنـدنـا و سـقـط الحج عن الآمر۔ (هنديـه: ٣٣٠/١)

والأفـضل للإنسان إذا اراد أن يجح رجلا عن نفسه أن يجح رجلا قد حـج عـن نـفسـه، ومـع هـذا لـو أحـج رجلا لم يجح عن نفسه حجة الإسـلام يـجـوز عـنـدنـا و سـقـط الـحـج عن الآمر۔ (عـالمگيرى: ٢٥٧/١)

کتاب البیع

باندی کے حمل اور باندی کی بیع میں تفریق

غلام اور باندی شریعت اسلامیہ کی نظر میں مال متقوم ہے اور ان کی خرید و فروخت درست ہے، البتہ ان کی خرید وفروخت کے بعض مخصوص احکام بھی ہیں، مثلاً:

(۱) حاملہ باندی کے پیٹ میں موجود فقط حمل کو بیچنا اور ماں یعنی باندی کو نہ بیچنا، یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) حاملہ باندی کو بیچ کر اس کے پیٹ میں موجود حمل کو مستثنیٰ کرنا یعنی اس کو نہ بیچنا، یہ بھی درست نہیں ہے۔

ولا بیع الحمل ولا النتاج لنهی النبی ﷺ عن بیع الحبل وحبل الحبلة۔ (فتح القدیر: ۳۷۵/۶، هدایه: ۵۳/۳)

ومن اشتری جاریة الا حملها فالبیع فاسد۔ (هدایه: ۶۲/۳/ وکذا فی فتح القدیر: ۴۱۱/۶)

بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر ـــ والملاقیح ـــ مافی البطن من الجنین ـــ والنتاج ـــ حبل الحبلة۔ (شامی: ۲۸۳/۷)

وبیع الحمل أي الجنین وأمة إلا حملها ـــ لنهیه النبی ﷺ عن المضامین والملاقیح وحبل الحبلة۔ (شامی: ۲۵۱/۷)

غلام ماں بیٹے میں باعتبار بیع تفریق

ماں اور بیٹے کے درمیان (یعنی باندی اور اس کے بچے کے درمیان) باعتبار بیع تفریق کرنا یعنی باندی کو بیچنا اور بچے کو نہ بیچنا یا بچے کو بیچنا اور باندی کو نہ بیچنا مکروہ ہے۔

ولا یفرق بین صغیر وذی رحم محرم منه. (شامی: ۳۰۷/۷، ۳۰۸)

ومن ملك مملوكين صغيرين أحدهما ذورحم محرم من الاخر لم يفرق بينهما وكذلك إن كان أحدهما كبيرا والأصل فيه قوله صلى اللّٰه عليه وسلم : من فرق بين والدة وولدها فرق اللّٰه بينه وبين أحبته يوم القيمة" ووهب النبی ﷺ لعلیؓ غلامين أخوين صغيرين ثم قال له ما فعل الغلامان فقال بعت أحدهما فقال ادرك ادرك ويروى اردد اردد ـــــ فان فرق كره له ذلك وجاز العقد۔ (هدايه: ۷۰/۳، ۷۱)

ولا يفرق بين صغير وذی رحم محرم منه سواء كان الآخر صغيرا مثله أو كبيرا لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم "من فرق بين والدة وولدها فرق اللّٰه بينه وبين احبته يوم القيمة"۔ (تبيين الحقائق: ۴۱۳/۴)

کتاب الاجارہ

ماں کی خدمت پر اجرت لینا

بیٹا اپنی ماں کی خدمت کے عوض اجرت نہیں لے سکتا، اس لئے کہ اولاد کی نعمت ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنے بیٹے سے راحت اور آرام پہنچے۔ اور بیٹا اگر ماں کی خدمت کے عوض اجرت کا مطالبہ کرتا ہے تو اس صورت میں یہ بیٹا پر ماں باپ کے انعام اور احسان کے خلاف سمجھا جائے گا، اس لیے بیٹے کا ماں کی خدمت کے عوض اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔

(۲) بچے پر عرفی اور شرعی اعتبار سے ماں کی خدمت لازم ہے اور ماں دوسروں کے مقابلہ میں اپنی اولاد سے زیادہ خدمت کی محتاج ہوتی ہیں اور اپنی اولاد پر زیادہ مہربان ہوتی ہیں لہٰذا اولاد پر بغیر اجرت کے ماں کی خدمت کرنا لازم ہے۔

(۳) قرآن وحدیث میں اولاد کو ماں کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے اور ماں کی خدمت پر اجرت لینا بالفاظ دیگر اجرت کے بغیر خدمت سے انکار نافرمانی ہے اور نافرمانی حرام ہے؛ لہٰذا ماں کی خدمت پر اجرت لینا حرام ہوگا۔

ان وجوہات کی بناء پر ماں کی خدمت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

وإن استأجر الرجل ابنه ليخدمه في بيته لم يجز ولا أجر عليه لان خدمة الاب مستحق على الإبن دينا وهو مطالب به عرفا فلا

يأخذ عليه أجرا و يعد من العقوق أن يأخذ الولد الاجر على خدمة أبيه والعقوق حرام۔ و كذلك ان استأجرته الأم لان خدمتها أوجب عليه فإنها أحوج الى ذلك و أشفق عليه. (المبسوط: ٥٦/١٦)

ماں کو برائے خدمت اجرت پر رکھنا۔

بچہ اپنی ماں کو اپنے گھر میں برائے خدمت اجرت پر رکھے، یعنی جس طرح اجنبی عورت کو گھریلو کام کاج یعنی خدمت کے لیے رکھتا ہے اس طرح اپنی ماں سے اجرت پر کام لینا، کروانا، خدمت اور چاکری کروانا جائز نہیں، کیوں کہ ایسا کرنا ماں باپ کی تعظیم کے خلاف ہے؛ ان کی توہین ہے، شریعت کی تعلیم تو یہ ہے کہ بیٹا بلاعوض ماں باپ کی خدمت کرے، یعنی بیٹا ماں کی خدمت اور چاکری کرے، چہ جائیکہ بیٹا اپنے ماں باپ سے چاکری اور نوکری کروائے اور انہیں تنخواہ دے۔ یہ سراسر ان کی توہین ہے۔

وإن إستأجر الإبن أباه أو أمه أو جده أو جدته لخدمته لم يجز لأنه منهي عن استخدام هولاء لمافيه من الاذلال فلا يجوز۔ (المبسوط:٥٦/١٦)

ولايجوزله أن يؤاجر من ابيه وابنه و كل من لاتقبل شهادته له في قول أبي حنيفة۔ (بدائع: ٢١/٤)

خدمت کے علاوہ امور میں بیٹے کو اجرت پر رکھنا

ماں اگر اپنے بیٹے کے ساتھ خدمت کے علاوہ کوئی اور کام کاج مثلا بکریاں

چرانا یا تجارتی کاروبار کے لئے اجارہ کا معاملہ کرے تو یہ درست اور جائز ہے۔یعنی بیٹا ایسے کاموں پر اجرت کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

وإن كان أحدهما استأجره ليرعيه غنما أو يعمل غير الخدمة جاز فإن ذلك غير مستحق عليه ولا هو مطلوب فى العرف۔ (المبسوط: ٥٦/١٦)

اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے ماں کو اجرت دینا

آدمی کا اپنی اولاد کو دودھ پلانے کی غرض سے اپنی والدہ کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرنا درست ہے اوراس کام (پوتا یا پوتی کو دودھ پلانے) پر والدہ کا اجرت لینا جائز ہے۔

ولو استأجر أمه أو إبنته أو أخته ترضع صبياله كان جائزا وعليه الاجر۔ (المبسوط: ١٢٩/١٥)

کتاب الهبة

اولاد کے مابین ہدایا میں مساوات

ماں پر اپنی اولاد کو کوئی چیز مثلا روپئے ، پیسے یا مال وغیرہ ہبہ کرنے میں برابری کرنا لازم ہے، لیکن اگر ماں نے برابری نہیں کی تو ہبہ نافذ ہو جائے گا؛ البتہ ایسی صورت میں ماں گنہگار ہوگی۔

عن النعمان بن بشیرؓ أنه قال: أن أباه أتى به رسول اللّٰه ﷺ ف قال:إنى نحلت ابنى هذا غلاما كان لى، فقال رسول اللّٰه ﷺ أ كل ولدك نحلته مثل هذا ؟ فقال: لا فقال رسول اللّٰه ﷺ فارجعه. (مسلم، باب كراهت تفضيل بعض الأولاد فى الهبة: ٣٦/٢)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض فى الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له فى الدين، وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم۔ (بحرالرائق: ٤٩٠/٧)

ولو وهب رجل شيئا لأولاده فى الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض فى ذلك، لارواية لهذا فى الأصل عن أصحابنا، وروى عن أبى حنيفةؒ، أنه لابأس به إذ كان التفضيل لزيادة فضل له فى الدين وإن كانا سواء يكره۔ (هنديه: ٥٣١/٤)

وفى الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى فى الهبة۔ (بحرالرائق: ٤٩٠/٧)

اولاد کو دیے ہوئے ہبہ میں رجوع نہیں

اگر ماں اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کے طور پر دے تو ماں کو اولاد سے وہ چیز واپس لینے کا حق نہیں ہوگا۔ اسی طرح بیٹا بھی اپنی ماں کو دیا ہوا ہبہ رجوع نہیں کرسکتا۔

وإن وهب هبة لذى رحم محرم منه لم يرجع فيها لقوله عليه السلام "اذا كانت الهبة لذى رحم محرم لم يرجع فيها"۔ (هدايه: ٢٩٢/٣)

أما العوارض المانعة من الرجوع فأنواع: ومنها القرابة المحرمية سواء كان القريب مسلما أو كافرا ولايرجع فى الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء والأمهات، وإن علوا والأولاد وإن سفلوا وأولاد البنين والبنات فى ذلك سواء۔ (هنديه: ٥٢٤/٤)

فلووهب لذى رحم محرم منه لايرجع لحديث الحاكم مرفوعا "إذا كانت الهبة لذى رحم محرم لم يرجع فيها"۔ (بحرالرائق: ٥٠٠/٧)

فلووهب لذى رحم محرم منه۔۔۔۔ لايرجع۔ (شامى: ٥١٢/٨)

كتاب النفقة

ماں کا اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ لینا

اگر ماں اپنے بیٹے کے مال میں سے کوئی چیز نفقہ کے طور پر لینا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

أما الأبوان فإن لهما تأويلافى مال الولد لقوله ﷺ"انت ومالك لأبيك" ۔(تبيين الحقائق:۳۲۸/۳)

اورنفقہ کے علاوہ زائد مال میں ماں باپ اور بیٹے کی املاک الگ الگ ہے، اس لئے رضامندی کے بغیر بیٹے کا مال لینا درست نہیں، رضامندی خواہ حکماً ہو جیسے چھوٹی موٹی خوردونوش اور استعمال کی اشیاء میں عموماً رضامندی ہوتی ہے، یا صراحتاً جس قدر مال استعمال کرنے کی اجازت ہو اس قدر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

لقوله ﷺ"أنت ومالك لأبيك" أضاف مال الابن إلى الأب بلام التمليك، وظاهره يقتضى أن يكون للأب فى مال ابنه حقيقة الملك، فإن لم تثبت الحقيقة فلا أقل من أن يثبت له حق التمليك عند الحاجة۔ (بدائع: ۴۴۰/۳)

ومن وطى امة ابنه فولدت منه فهى أم ولد له وعليه قيمتها و لامهر عليه ومعنى المسألة ان يدعيه الأب ووجهه ان له ولاية تملك مال إبنه للحاجة إلى البقاء فله تملك جاريته للحاجة إلى صيانة الماء

غیر أن الحاجة إلی ابقاء نسله دو نها إلی ابقاء نفسه فلهذا یتملك الجارية بالقيمة۔ (هدايه: ۳۶۲/۲)

یعنی بیٹے کے مال میں باپ کو ملک ثابت نہیں، البتہ ضرورت کے پیش نظر حقِ تملک حاصل ہے۔اور جہاں ضرورت نہیں وہاں حق تملک بھی حاصل نہیں۔ پھر ضرورت کے پیش نظر جہاں حق تملک ہے، وہاں ضرورت کے درجات کے اعتبار سے احکام الگ ہیں۔

چنانچہ ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر طعام یعنی نفقہ تو بلاعوض باپ لے سکتا ہے، جبکہ باندی پر تملک کی صورت میں اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی اور یہ تملک بھی ابقاء نسل اور صیانتِ ماء کی ضرورت کو مقدر مان کر درست قرار دیا گیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ بچے کے مال میں سے بلاضرورت ماں باپ کو کچھ لینے کی اجازت نہیں۔

کتا ب الوصية

ذوی القرابۃ کی وصیت کا مصداق

وصیت لذوی القرابۃ میں اُم (اوراب) شامل ہوں گے یا نہیں؟

اس میں امام صاحب اور صاحبینؒ دونوں کے نزدیک ابوین شامل نہیں ہوں گے؛ البتہ اس مقام پر کتبِ فقہ میں ذوی القرابۃ کے مصداق اور معنی میں تفصیلی بحث اور اس میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف مذکور ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک اس لفظ میں عموم ہے جب کہ امام صاحبؒ کے نزدیک کچھ شرائط اور تخصیص ہے؛ مگر 'لا وصیة لوارث' کے مطابق اور اَقرب کے معنی میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ابوین وصیت میں شامل نہ ہوں گے، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

ولوأوصى لذوى قرابته أو قراباته أو لأنسابه أولأرحامه أو لذوى أرحامه هذه الألفاظ الخمسة سواء، فعند أبى حنيفة : الوصية بهذه الألفاظ الأقرب فالأقرب، فالحاصل أن عند أبى حنيفةؒ يعتبر فى هذه الوصية خمسة أشياء: الرحم المحرم والأقرب فالأقرب وجمع الوصية، وهو اثنان فصاعدًا وأن يكون سوى الوالدين والمولودين وأن يكون ممن لايرث،

وعندهما يدخل فى هذه الوصية ذوالرحم المحرم والقريب والبعيد إلى أقصى أب له فى الإسلام، ولاخلاف فى إعتبار الأوصاف الثلاثة وهى اعتبار جمع الوصية وأن لايكون والدًا ولا ولدًا وأن يكون ممن لايرث۔ (بدائع: ٦/٤٥١)

ذمی اور حربی ماں کے لیے وصیت

اگر ماں ذمی ہو تو بیٹے کا اپنی ذمی ماں کے لئے وصیت کرنا جائز ہے۔اور اگر ماں حربی ہو تو بیٹے کا اپنی حربی ماں کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: شریعتِ محمدیہ میں وارث کے لئے وصیت کے ممنوع و غیر نافذ ہونے

کی دووجہ ہیں: (۱) حق شرع کی بنیاد پر (۲) حق وراثت کی بنیاد پر۔

حق وراثت کی بنیاد پر عدم نفاذ واضح ہے۔ کیوں کہ جیسے ''لا وصیۃ لوارث'' کے حکم میں تمام ورثاء داخل ہیں۔

حق شرع کی بنیاد عدم نفاذ کی مثال حربی کے لئے وصیت کرنا ہے۔ جیسا کہ ہمارے مسئلہ میں حربی ماں کے لئے وصیت کرنا ممنوع وغیر نافذ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں حفاظتِ دین کے خاطر ان کے ساتھ تعلقات، احسان وسلوک سے روکا گیا ہے اور من جملہ احسان وسلوک کے وصیت بھی ہے؛ لیکن ذمی اس حکم کے تحت نہیں آئے گا؛ کیونکہ ''لهم مالنا وعليهم ماعلينا '' کے مطابق عقد ذمہ کے تحت یہ حقوق ہمارے ان کے درمیان مساوی ہیں، لہٰذا ذمی اس حکم سے خارج ہوجائے گا۔

ومنها: أن لايكون حربيا عند مستأمن فإن كان لاتصح الوصية له من مسلم أو ذمى لأن التبرع بتمليك المال إياه يكون إعانة له على الحراب وإنه لايجوز۔ حتى لوكان ذميا فأوصى له مسلم أو ذمى جاز، لقوله ﷺ "فإذا قبلوا عقد الذمة فاعلمهم أن لهم ما للمسلمين وعليهم ماعلى المسلمين" وللمسلم أن يوصى مسلما أو ذميا كذا لهم. (بدائع: ٦/٤٣٩)

وصحت أي الوصية من المسلم لذمى وبالعكس لاحربى فى داره. قوله (لاحربى فى داره) أي وإن أجازت الورثة لنهينا عن برهم بقوله تعالى: ﴿إنما ينهاكم الله﴾ الآية فعدم الجواز لحق الشرع

لالحق الورثة. (شامی: ۱۰/ ۳۴۵)

وتصح الوصية من المسلم لذمی وبالعكس، فالاول لقوله تعالیٰ: ﴿لاينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فی الدين“ والثانی لأنه بعقد الذم ساوی المسلم فی المعاملات والتبرعات حتی جاز التبرع من الجانبين فی حال الحياة فكذا بعد الممات.

والوصية لحربی هو فی دارهم باطلة لأنها بروصلة وقدنهينا عن بر من يقاتلنا لقوله تعالیٰ ﴿إنما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم فی الدين﴾۔ (مجمع الأنهر: ۴/ ۴۱۹، ۴۲۰)

كتاب الميراث

ماں کے حق میراث کی تین حالتیں۔

شریعت میں وارث کے حقدار ہونے کی تین (۳) صورتوں ذوی الفروض، عصبہ اور ذوی الارحام میں ماں کا شمار ذوی الفروض میں ہوتا ہے اور ماں ۳ شکلوں میں علی اختلاف الأحوال وارث ہوتی ہے جس کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے:

(۱) اگر میت کی کوئی اولاد، نیز کسی بھی جہت کے دو یا زائد بھائی بہن موجود نہ ہوں تو اس وقت ماں کو میت کے ترکہ میں سے ایک ثلث ملے گا۔

فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث۔ (سورۂ نساء: ۱۱)

(۲) اگر میت کی کوئی اولاد یا کسی بھی جہت کے دو یا زائد بھائی بہن موجود ہو تو اس وقت ماں کو میت کے ترکہ سے ایک سدس ملے گا۔

فإن كان له إخوة فلامه السدس۔ (سورۂ نساء: ١١)

ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد۔ (سورۂ نساء: ١١)

(۳) اگر میت نے اپنے بعد بیوی اور والدین چھوڑے ہو تو اس وقت ماں کو ثلث بعد فرض احد الزوجین یعنی (میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا) اس کا ثلث ملے گا۔

وأما للام فاحوال ثلث : السدس مع الولد أو ولد الابن و ان سفل او مع الاثنين من الإخوة والاخوات فصاعدا من اى جهة كانا وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين وثلث مابقى بعد فرض احد الزوجين وذلك فى مسئلتين زوج وابوين وزوجة وابوين۔ (سراجى: ١٧، ١٨)

وللإم ثلاثة أحوال : السدس مع أحدهما أو مع اثنين من الإخوة أو من الأخوات فصاعدا من أي جهة كانا ولو مختلطين والثلث عند عدمهم و ثلث الباقى مع الأب وأحد الزوجين۔ (شامى: ١٠/ ٥١٤)

والثالثة الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد، وولدابن أو اثنين من الإخوة والأخوات من أي جهة كانوا، والثلث عند عدم هؤلاء وثلث مايبقى بعد فرض الزوج والزوجة، وذلك فى موضعين زوج وأبوان، أو زوجة وأبوان، فإن للأم ثلث مايبقى بعد نصيب الزوج أو الزوجة والباقى للأب عند الجمهور۔ (هنديه: ٦/ ٥٥٨)

کتاب الرق

آزادی اور غلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوگا۔

(۱) بیٹا غلامیت اور آزاد ہونے میں اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے، اگر ماں باندی ہے تو بیٹا غلام ہوگا اور اگر ماں آزاد ہے تو بیٹا بھی آزاد ہوگا؛ ہاں مولی کا باندی سے پیدا کیا ہوا بچہ ماں کے غلام رہتے ہوئے بھی آزاد ہوگا۔

والولد يتبع الأم فى الملك بسائر أسبابه أي كشراء وهبة وإرث والرق والحرية. (شامی: ٥/٤٠٠، ٤٠١)

ولد الأمة من مولاها حرو ولدها من زوجها مملوك لسيدها، وولد الحرة حر على كل حال، فيتبعها فى وصف الحرية كما يتبعها فى المملوكية۔ (هنديه: ١٣/٢)

وولد الأمة من مولاها حر و ولدها من زوجها مملوك لسيدها وولد الحرة حر على كل حال الخ. (هنديه: ٤٥٧/٢)

والولد يتبع الأم فى الملك والحرية والرق---- لإجماع الأمة عليه۔ (تبيين الحقائق:٣٤٥/٣)

إذا كانت الحرة تحت مملوك فولدت عتق الولد بعتقها۔ (المبسوط: ٨٧/٨)

آزاد سمجھ کر باندی سے کیے ہوئے نکاح کی اولاد کا حکم

(۲) اگر کوئی آدمی باندی سے یہ سمجھتے ہوئے نکاح کرے کہ وہ آزاد ہے اور

پھراس سے بچہ پیدا ہو؛ تو ایسی صورت میں بچہ آزاد سمجھا جائے گا۔

ولو تزوجها على أنها حرة ثم علم بعد ذلك أنها أمة ما كان فى بطنها فهو حر۔ (المبسوط:۱۱۸/۵)

باندی کی آزادی ماں ہونے کی حالت میں دو چیزوں پر موقوف ہوتی ہے:

(۱)اول یہ کہ اگر بچہ اپنی ماں کا مالک بن جائے، چاہے خریدنے کے ذریعہ یا ہبہ کے ذریعہ یا وراثت کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے تو ایسی صورت میں ماں اسی وقت آزاد ہو جائے گی۔

(۲) دوسری یہ کہ اگر باندی نے اپنے آقاء سے بچہ جنا تو بچہ کا نسب آقاء سے ہوگا اور باندی ام ولد بن جائے گی اور اپنے آقاء کی موت ہوتے ہی وہ آزاد ہو جائے گی۔

عن سمرةؓ ان رسول الله ﷺ قال من ملك ذارحم محرم فهو حر۔ (ترمذی شریف: ۲۵۳/۱)

ذكر عن عائشةؓ عن رسول الله ﷺ قال من ملك ذارحم محرم منه فهو حر وكذلك روى عن عمرؓ وعبدالله بن مسعودؓ وفى هذا دليل على ان من ملك قريبه يعتق عليه۔ (المبسوط: ٦٩/٧)

ومن ملك ذا رحم محرم منه عتق عليه وهذا اللفظ مروى عن النبى ﷺ وقال عليه السلام من ملك ذا رحم محرم منه فهو حر۔ (هدايه: ٤٥٥/٢)

ولدت أمة من السيد لم تملك أي إذا ولدت أمة من مولاها

لایجوز تملیکها لما روی عن ابن عباسؓ "أنه علیه الصلاة والسلام قال: من وطئی أمة فولدت له فهی معتقة عن دبر منه۔ (تبیین الحقائق: ۴۰۵/۳)

وإذا ولدت الأمة من سیدها فهی ام ولد حکمها أنها تعتق بموته من کل ماله۔ (شامی: ۴۵۲/۵، ۴۵۶)

بیٹا رضاعی ماں کا مالک بن جائے تو

اگر بچہ اپنی رضاعی ماں کا مالک بن جائے تو ایسی صورت میں رضاعی ماں آزاد نہ ہوگی۔

ولو ملك محرما له برضاع أو مصاهرة لم یعتق علیه لأنه لاقرابة بینهما والرضاع انما جعل کالنسب فی الحرمة ولهذا لایتعلق به استحقاق المیراث والنفقة ولیس من ضرورة ثبوت الحرمة العتق علیه اذا ملکه. (المبسوط: ۷۴/۷)

ویصح بملك ذی رحم محرم أي قریب، قال الشامی: فالمحرم بلا رحم کابنه رضاعا وزوجة أصله وفرعه فلایعتق علیه اتفاقا، وکذا الرحم بلامحرم کبنی الأعمام والأخوال لایعتق علیه اتفاقا۔ (شامی: ۳۹۴/۵)

کتاب السیر

جہاد میں جانے کے لئے ماں کی اجازت لینا

اگر کوئی شخص جہاد میں جانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے اپنی ماں سے اجازت لینے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ جہاد یا تو فرض عین ہوگا یا فرض کفایہ۔

اگر جہاد فرضِ کفایہ ہے تو بیٹے کے لئے اپنی ماں کی اجازت لینا ضروری ہے؛ بغیر ماں کی اجازت کے اس کے لئے جہاد میں جانا جائز نہیں ہے۔

اور اگر جہاد فرضِ عین ہے تو اس وقت ماں کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے؛ بغیر ماں کی اجازت کے وہ جہاد کے لئے جا سکتا ہے۔

وإذا أراد الرجل أن يخرج للجهاد وله أب أو أم فلا ينبغي له أن يخرج إلا بإذنه إلا من نفير العام۔ (هنديه: ۲۴۸/۲، ۲۴۹)

لايفرض على صبي وبالغ له أبوان أو أحدهما لأن طاعتهما فرض عين قال الشامي فالمستحب؛ أن لايخرج إلا بإذنهما۔ (شامي: ۲۰۲/۶)

وكذا الولد لا يخرج إلا بإذن والديه أو أحدهما إذا كان الآخر ميتا لأن برالوالدين فرض عين فكان مقدما على فرض الكفاية. (بدائع: ۵۸/۶)

وكذا الولد يخرج بغير إذن والديه، وفى غير النفير العام لا يخرج إلا بإذنهما. (تبيين الحقائق: ٨٢/٤)

لايجوز الجهاد إلا بإذن الأبوين المسلمين، أو بإذن أحدهما إن كان الآخر كافرا، إلا إذا تعين. (الموسوعة الفقهيه: ١٣٢/١٦)

تجارت یا طلب علم کے لئے سفر کی خاطر والدین کی اجازت

ہر وہ سفر جس میں ہلاکت سے اطمینان نہ ہو، اور شدید خطرہ کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لڑکے کے لئے والدین کی اجازت کے بغیر نکلنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ والدین اپنی اولاد پر مشفق ہوتے ہیں، تو اس صورت میں انہیں ضرر پہنچے گا؛ اور جس سفر میں اطمینان ہو اور خطرہ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں والدین کی اجازت کے بغیر نکلنا اس شرط پر جائز ہے کہ والدین کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے اس لئے کہ اس صورت میں ضرر نہیں رہا۔

بایں وجہ اگر اپنے شہر میں تعلیم مہیا نہ ہو، راستہ پر امن ہو اور والدین کے ضیاع کا اندیشہ بھی نہ ہو تو تعلیم کے سفر کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں ہوگی؛ کیونکہ اس سفر سے انہیں بجائے ضرر کے نفع ہوگا۔ اور اسے نافرمانی کا عار لاحق نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر تجارتی سفر ہو اور والدین بیٹے کی خدمت سے مستغنی ہوں اور ان کے ضیاع کا اندیشہ بھی نہ ہو تو بیٹا بغیر والدین کی اجازت کے تجارتی سفر پر نکل سکتا ہے لیکن اگر والدین بیٹے کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر

بیٹا تجارتی سفر نہ کرے۔

لایحل سفر فیه خطر إلا بإذنهما، ومالا خطر فیه یحل بلا إذن، ومنه السفر فی طلب العلم۔ قوله: (فیه خطر) کالجهاد و سفر البحر۔ قوله: (ومالا خطر) کالسفر للتجارة والحج والعمرة یحل بلا إذن، إلا إن خیف علیهما الضیعة۔ قوله: (ومنه السفر فی طلب العلم) لأنه أولی من التجارة إذا کان الطریق آمنا ولم یخف علیهما الضیعة۔ (شامی: ٢٠٣/٦)

والأصل إن کان سفر لایؤمن فیه الهلاك ویشتد فیه الخطر لایحل للولد أن یخرج إلیه بغیر إذن والدیه لأنهما یشفقان علی ولدهما فیتضرران بذلك۔ وکل سفر لا یشتد فیه الخطر یحل له أن یخرج إلیه بغیر إذنهما إذ لم یضیعهما لأنعدام الضرر۔ ومن مشایخنا من رخص فی سفر التعلم بغیر إذنهما لأنهما لایتضرران بذلك بل ینتفعان به فلا یلحقه سمة العقوق۔ (بدائع:٥٨/٦)

وکذا کل سفر فیه خطر لأن الإشفاق علیه یضرهما وإن لم یکن فیه خطر فلا بأس بأن یخرج بغیر إذنهما إذا لم یضیعهما۔۔۔۔۔۔ أما إذا کان غیره کالتجارة والحج فلا بأس بأن یخرج بغیر إذن والدیه لأنه لیس فی هذین السفرین إبطال حقهما لأنه لیس فیه خوف هلاکه حتی لو کان السفر مثل السفر فی البحر لا یخرج بغیر إذنهما، ثم إنما یخرج بغیر إذنهما للتجارة إذا کانا مستغنیین عن خدمته، أما

إذا كانا محتاجين فلا۔ (تبيين الحقائق: ٤/ ٨٢)

باعتبار دین بچہ کس کے تابع ہوگا؟

جو بچہ اپنی حدتک مختار ہو یعنی اپنی ضروریات سمجھ لیتا ہو اسی طرح وہ بچہ جو اپنی ضرورت کو نہ سمجھ سکتا ہو وہ دونوں دارالاسلام میں خیرالابوین کے تابع ہوں گے یعنی والدین میں سے جو مسلمان ہے، مثلاً ماں مسلمان ہے تو بچہ ماں کے تابع ہو کر مسلمان ہوگا۔

دارالحرب سے آنے والے جس بچے کے ماں باپ یا کوئی ایک مسلمان ہوا اور وہ دارالاسلام میں رہتے ہوں تو اب اس بچے کو تبعًا مسلمان سمجھا جائے گا، اور اس کو دارالحرب لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اور اگر دونوں میں سے کوئی مسلمان نہ ہوا تو بچہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ اگر دونوں (ماں باپ) ذمی ہیں تو اس صورت میں بچہ کو دارالحرب لوٹنے کا اختیار ہوگا۔

لو دخل الصغير الذى يعبر عن نفسه دارنا لزيارة أبويه فان كانا ذميين فله الرجوع إلى دار الحرب بخلاف ما إذا كانا مسلمين أو أحدهما فانه يصير مسلما تبعاً للمسلم منهما لأن الذى يعبر عن نفسه فى حكم التبيعة فى الاسلام كالذى لايعبر عن نفسه قال وبهذا تبين خطأ من يقول من أصحابنا ان الذى لايعبر عن نفسه لايصير مسلما تبعًا لأبويه فقد نص محمد ههنا على أنه يصير مسلماً۔ اه۔(شامى : ٦/ ٢٨٦)

(ومـن أسـلـم مـنهـم أحرز نفسه وطفله و كل مال معه أو وديعة عـنـد مسـلم أوذمى دون ولده الكبير وزوجته وحملها وعقاره وعبده الـمقاتل)أى ومن اسلم من أهل الحرب فى دار الحرب قبل أخذه ولم يـخـرج اليـنـا حتـى ظهـرنا على الدار إلى آخره وانما يحرز نفسه لأن الاسلام ينافى الاسترقاق و أولاد الصغار لأنهم مسلمون باسلامه تبعا و كـل مـال هو فى يده لقوله عليه السلام من أسلم على مال فهوله ـ(بحر الرائق: ٥/ ٩٤، بيروت لبنان)

وان أسـلـم فـى دار الـحـرب ثـم جـاء فـظهر على الدار فأولاده الصغار أحرار مسلمون باسلام أبيهم تبعاً ـ(هنديه: ٢/ ٣٠٥)

كتاب النكاح

ماں سے نکاح کی حرمت

مرد کا اپنی ماں سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔اسی طرح نانی اور دادی سے نکاح کرنا بھی حرام ہے۔

حرم تزوج أمه وبنته لقوله تعالى :(حرمت عليكم أمهتكم وبناتكم) (بحر الرائق:١٦٣/٣،زكريا، تبين الحقائق:٤٥٩/٢زكريا)

أماالسبع التى من جهت النسب فما جمعهن اللّٰه تعالى فى آية واحدة وقال تعالى:(حرمت عليكم امهٰتكم وبناتكم واخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الاخ وبنات الاخت) فالأم حرام وهى على ثلاثة أصناف امك وام ابيك وام امك وان علت (تاتارخانية:٤٧/٤ زكريا)

الأصل فيه قوله تعالى : (حرمت عليكم امهٰتكم وبناتكم) قال ابن عباسؓ جميع المحرمات فى النكاح أربع عشرة بالنص سبع منها بالنسب وهى الأم والبنت والأخت والعمة والخالة وبنات الأخ وبنات الأخت وسبع منها بالسبب وسبع من هذه الجملة حرام حرمة مؤبدة.

امرأة الأب تحرم على ابنه بمجرد النكاح وكذا امرأة الابن تحرم على أبيه وحده بمجرد النكاح كأمّ امرأته بخلاف بنت المرأة

وهـي لا تـحـرم عـلـى زوج أمهـا مـا لم يدخل بـالأمّ (مختـارات النوازل:۲/ ۳۰)

يـحـرم عـلـى الـرجـل أمّـه وجـدتـه وان علت فاسدة كانت أو صـحيحة لقوله تعالى: (حرمت عليكم امهٰتكم وبناتكم) فثبت حرمة الـجـدات والبنات بالنص لأن الأمّ الأصل في اللغة والبنت هي الفرع وامـرأـة أبيـه وإن عـلا أي امـرأـة أجداده لقوله تعالى: (ولاتنكحوا ما نكح آباء كم)دخل بها أولم يدخل. (مجمع الانهر: ۱/ ۴۷۶، ۴۷۷)

(۲) حقیقی ماں کی طرح سوتیلی ماں (حليلة الأب) سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، گرچہ باپ نے اس سے جماع نہ کیا ہو۔

وامـرأـة أبيه وابنه وإن بعُد أما حليلة الأب فبقوله تعالى: ﴿وَلَاتَنكِحُوا مَـانَـكَـحَ أبَـائُـكُـمُ مِـنَ الـنِّسَـآءِ﴾ فتـحـرم بمجـرد العقد عليهـا۔ (بحرالرائق:۳/ ۱۶۶ زکریا)

(۳) باپ کی مزنیہ سے نکاح کرنے کی حرمت بھی اس حکم میں شامل ہے، یعنی جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو اس سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، البتہ اس حرمت کے استدلال میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضراتِ فقہاء آیت کریمہ ولا تنكحوا ما نكح آبائكم میں 'نكح' بہ معنی وطی مراد لیتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں مزنیہ کی حرمت تو اس آیت سے ثابت ہو جائے گی، مگر سوال یہ ہوگا کہ 'امرأة أب' یعنی باپ کی منکوحہ غیر مدخولہ بیوی کی حرمت کس آیت سے ثابت ہوگی؟ اگر اسی آیت میں 'نـكـح' بہ معنی عقدِ نکاح ہو تو پھر حقیقت و مجاز کو جمع کرنا

لازم آئے گا۔ حقیقی معنی یعنی 'وطی' مراد لیں مزنیہ کا حکم ثابت ہوگا، منکوحہ غیر مدخولہ کا نہیں، اور اگر مجازی معنی مراد لیں تو منکوحہ غیر مدخولہ کا حکم ثابت ہوگا، مزنیہ کا نہیں، چنانچہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

والآية المذكورة استدل بها المشائخ كصاحب النهاية وغيره على ثبوت حرمة المصاهرة بالزنا بناء على إرادة الوطء بالنكاح۔(بحر الرائق: ١٦٦/٣ زكريا)

اس کے بعد کچھ بحث فرمانے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ آیت مذکور میں لفظ 'نکاح' بہ معنی عقدِ نکاح ہے اور آیت سے فقط منکوحہ کی حرمت ثابت مانی جائے گی، جب کہ مزنیہ کی حرمت کا حکم دیگر دلائل سے ثابت مانا جائے گا۔

والحاصل أن الأولى أن النكاح فى الآية للعقد كما هو المجمع عليه ويستدل لثبوت حرمة المصاهرة بالوطى الحرام بدليل آخر .

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بحر الرائق: ۱۶۶/۳۔

(۴) اگر کسی شخص نے قبول اسلام سے پہلے اپنی ماں سے نکاح کیا اور اس مذہب میں بیٹے کا اپنی ماں سے نکاح کرنا جائز تھا، تو قبول اسلام کے بعد ماں اور بیٹے دونوں کے درمیاں تفریق کرنا لازم اور ضروری ہے، اس لیے کہ ماں سے نکاح کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

أسلم المتزوجان بلاسماع شهود أو فى عدة كافر معتقدين ذلك أقرا عليه لأنه أمرنا بتركهم ومايعتقدون و لو كانا أى المتزوجان اللذان أسلما محرمين قوله محرمين بأن تزوج مجوسى أمه أو بنته أو

أسلم أحد المحرمين۔أو ترافعا إلينا وهما على الكفر فرق بينهما لعدم المحلية۔(شامی زکریا:٣٥١/٤)

تزوج كافر بلاشهود أو عدة كافر وذا فی دينهم جائز ثم أسلما أقرّا عليه ولو كانت محرمة فرق بينهما۔(البحر الرائق:٣٦٠/٣)

فاذا تزوج المجوسی أمه أوابنته ثم أسلما فرق بينهما لأن نكاح المحارم له حكم البطلان فيما بينهم عند هما كما ذكرنا فی المعتدة ووجب التعرض بالاسلام فيفرق وعنده له حكم الصحة فی الصحيح إلا أن المحرمية تنافی بقاء النكاح فيفرق بخلاف العدة لانها لاتنافيه . (هدايه:٣٦٤/٢)

ماں بیٹی کونکاح میں جمع کرنا

(۱) ماں بیٹی کونکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔اس مسئلے کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ایک عقد میں دونوں کوجمع کرنا،اس صورت میں کسی کے ساتھ بھی نکاح درست نہ ہوگا۔

والجمع بين المرأة وعمتها وبنتها وبين خالتها مما قد حرمه اللّٰه تعالى على لسان رسول الله ﷺ الذی هو وحی غير متلو على أنّ حرمة الجمع بين الأختين معلولة بقطع الرحم والجمع ههنا يفضی إلى قطع الرحم فكانت حرمة ثابتة بدلالة النص فلم يكن ما وراء ماحرم فی آية التحريم۔(بدائع الصنائع زكريا: ٥٤٠/٢)

وحرم الجمع وطأً بملك يمين بين امرأتين أيتهما فرضت ذكرا

لم تحل للأخرىٰ أى أية واحدة منهما فرضت ذكرا لم يحل للأخرى كالجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها والجمع بين الأم والبنت نسباً أو رضاعاً. (شامی زکریا: ١١٦/٤)

(۲) اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ ہم بستری بھی کر لی تو اس شخص کے لیے اس بیوی کی لڑکی سے جو اس کے پہلے شوہر سے تھی، نکاح کرنا بالکل بھی جائز نہیں ہے، لیکن اگر صرف عقد نکاح کیا اور رخصتی اور ہم بستری سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو اس صورت میں اس عورت کی لڑکی کے ساتھ جو اگلے شوہر سے تھی نکاح جائز ہے۔

آیت: "وربائبكم التى فى حجوركم من نسائكم التى دخلتم بهن فان لم تكونو دخلتم بهن فلا جنا ح عليكم" (سورۂ نساء)

عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبى ﷺ قال أيما رجل نكح امرأة فدخل بها فلا يحل له نكاح ابنتها وان لم تكن دخل بها فلينكح ابنتها۔(ترمذی: ۱/ ۲۱۲)

بنات الزوجة أى تحرم وبنات أولادها وان سفلن بشرط الدخول بالأم (عالمگیری: ۱/ ۲۷٤)

(۳) اولاً کسی لڑکی سے نکاح کیا، اسکے بعد اسکی ماں سے نکاح کرنا۔

اگر کسی شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کیا اس کے بعد وہ اس کی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے لڑکی کی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، چاہے اس نے لڑکی کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس لیے کہ بیٹی کے ساتھ فقط عقد نکاح کی وجہ

سے اس کی ماں ابدی طور پر حرام ہو جاتی ہے۔

حرم المصاهرة بنت زوجته الموطؤة وأم زوجته وجداتها مطلقًا بمجرد العقد الصحيح وإن لم توطأ الزوجة لما تقرر أن وطء الأمهات يحرم البنات ونكاح البنات يحرم الأمهات ويدخل فى قوله وبنت زوجته بنات الربيبة والربيب وثبتت حرمتهن بالاجماع. (شامی: ٤/ ١٠٤)

(۴) اسی طرح اگر کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھویا یا زنا کیا تب بھی اس شخص کے لیے اس ممسوسہ یا مزنیہ عورت کی لڑکی کے ساتھ اور ماں کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہوگا۔

وحرم أيضا بالصهرية أصل مزنيته أراد بالزنى الوطء الحرام و أصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة قال فى البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزانى وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزانى نسبا ورضاعا كما فى الوطء الحلال ويحل لأصول الزانى وفروعه أصول المزنى بها وفروعها. (شامی:۴/۱۰۷۔بحر الرائق:۳/۱۷۹)

من مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وبنتها ـ(تاتارخانية : ٤/ ٥٧)

وروى عن رسول الله ﷺ أنه قال من نظر إلى فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها وروى حرمت عليه أمها وابنتها وهذا النص فى الباب لأنه ليس فيه ذكر النكاح. (بدائع الصنائع : ٢/٥٣٦)

اسی طرح اگر اپنی بیٹی کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آئے تو اس بیٹی کی

ماں یعنی زوجہ حرام ہوجائے گی۔

فلو أيقظ زوجته أو أيقظته هي لجماعها فمست يده بنتها المشتهاة أو يدها ابنه حرمت الأم أبدا (در: ٤/١١٢)

و في الخانية إن النظر إلى فرج ابنته بشهوة يوجب حرمة امرأته و كذا لو فزعت فدخلت فراش أبيها عريانة فانتشر لها أبوها تحرم عليه أمها (در: ٤/١١٤)

محارم کے درمیان کسی حرام فعل سے حرمتِ مصاہرت کے تحقق اور اس کی وجہ سے پیش آنے والی کچھ خاندانی وسماجی دشواریوں کے پیش نظر بعض اہلِ علم اس باب میں مسلکِ احناف کی سختی چھوڑ کر دیگر مذاہب کے مطابق فتوی دینے کی بات کرتے ہیں، اور اس کے لیے بعض پریشانیوں، بعض معاشروں کا عرف وغیرہ متعدد اعذار پیش کرتے ہیں، انہی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر فروری ۲۱۰۸ء میں ادارۃ المباحث الفقہیہ کا چودہواں سیمینار مادرِ علمی جامعہ علوم القرآن میں منعقد ہوا، اور خوش قسمتی سے بندے کو بھی اس میں شرکت کا موقع میسر آیا۔

چنانچہ اس موضوع کے متعلق حضرات مفتیان کرام کی خدمت میں بھیجا گیا سوال نامہ اور بحث ومناقشہ کے بعد جو تجاویز منظور ہوئیں وہ درج ذیل ہیں:

سوال نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرمت مصاہرت سے متعلق چند اہم پہلو:

سوال: یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ شریعت میں مصاہرت کو بھی

حرمتِ نکاح کی ایک اہم وجہ مانا گیا ہے، اور حضراتِ فقہاء کرام نے قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں حرمتِ مصاہرت سے متعلق شرائط و جزئیات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، جو کتبِ فقہ میں مذکور ہیں۔

موجودہ دور میں مختلف وجوہات کی وجہ سے یہ مسئلہ بہت زیادہ حساس نوعیت اختیار کر چکا ہے، ایک طرف فواحش کا عموم اور اخلاقی اقدار کی ناقدری کا سیل رواں ہے۔ دوسری طرف بسا اوقات رہائش کی تنگی کی وجہ سے بھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں، جن کی بنا پر فقہی جزئیات کی رو سے حرمت متحقق ہوجاتی ہے۔

علاوہ ازیں آزادی پسند معاشرہ میں ایسی باتیں بھی معروف ہوتی جارہی ہیں کہ خونی رشتے رکھنے والے مرد وعورت آپس میں بے تکلف ملتے ہیں، اور انہیں مسئلہ کی نزاکت کا قطعاً احساس نہیں ہوتا۔

بریں بنا ''ادارۃ المباحث الفقہیہ'' جمیعۃ علماء ہندیہ محسوس کرتا ہے کہ اس موضوع پر گہرائی سے نظر ڈالی جائے، اور اصل نصوص کو سامنے رکھ کر فقہاء کی ذکر کردہ علتوں اور ان پر تفریع کردہ مسائل وجزئیات پر بحث کی جائے؛ تاکہ مسئلہ پوری طرح منقح ہوسکے اور خصوصی حالات میں مفتیانِ کرام اور محاکم شرعیہ کے ذمہ داران کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اس مقصد سے تنقیح کے طور پر درج ذیل سوالات پیش کئے جارہے ہیں، ان پر غور کرکے تفصیلی رائے سے نوازیں :

(۱) حرمتِ مصاہرت کا ثبوت کن نصوص سے ہے؟

(۲) حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور اس بارے میں ائمۂ کرام کے درمیان اتفاق ہے یا اختلاف؟

(۳) حرمتِ مصاہرت کی شرائط کے بارے میں فقہائے احناف کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ یعنی ان کے نزدیک حرمتِ مصاہرت کی وہ اصل علت جس کو جزئیات پر منطبق کیا گیا ہے، وہ کیا ہے؟

(۴) اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آجائے کہ جس سے حرمت مصاہرت کا ثبوت فقہ حنفی کے اعتبار سے ہو جاتا ہے؛ لیکن زوجین کے درمیان علیحدگی کی صورت میں بچوں کے ضائع ہونے یا بیوی کے بہت زیادہ مصیبت میں پڑنے کا اندیشہ ہو، تو کیا مجبوراً اس بارے میں مذہب غیر پر فتویٰ یا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) اگر سسر بہو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے، تو اس بہو کے اپنے شوہر پر حرام ہونے کی علت اور اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور کیا یہ علت منصوص ہے یا مجتہد فیہ ہے؟ اور اس بارے میں دیگر ائمہ کرام کا موقف کیا ہے؟

(۶) بعض معاشرہ میں یہ دستور ہے کہ جب شادی شدہ لڑکی سسرال سے میکہ آتی ہے تو والد کی پیشانی چومتی ہے، اور والد بھی اس کی پیشانی چومتا ہے، اور بعض دفعہ بیٹی باپ سے چمٹ جاتی ہے، اور باپ اس سے معانقہ کرتا ہے، اور کبھی بھائی کے ساتھ بھی یہ صورت پیش آتی ہے، جب کہ اس وقت بظاہر دونوں طرف سے شہوت کا احساس نہیں ہوتا، تو اس عمل کی وجہ سے حرمت مصاہرت کے ثبوت کا فتوی دیا جائے گا یا نہیں؟

(۷) اگر کوئی باپ اپنی مشتہاۃ لڑکی کے چہرہ یا پیشانی پر بوسہ دے، اور یہ دعویٰ کرے کہ بوسہ دیتے وقت اسے شہوت نہ تھی، تو اس کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی یا نہیں؟

(۸) اگر کوئی باپ بیوی سمجھ کر مشتہاۃ بیٹی کو ہاتھ لگا دے، تو کیا اس سے علی

الاطلاق حرمت مصاہرت ثابت ہوکر بیوی اس پر حرام ہوجائے گی؟ یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

(۹) اگر رخصت کرنے کے موقع پر ماں اپنے جوان بیٹے کے رخسار پر بوسہ لے، تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟ اور ماں کا یہ عمل شرعا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) آج شہوت کو ابھارنے والے وسائل بہت ہیں، اس پس منظر میں سوال یہ ہے کہ اگر کوئی جوان بیٹا موبائل میں فحش چیزیں دیکھ رہا تھا، اور شہوت ابھری ہوئی تھی، اسی دوران وہ اپنی ماں (یا بیٹی یا بہن وغیرہ) کو بلا حائل ہاتھ لگادے، تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟

واضح رہے کہ فقہی کتابوں میں حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لئے ایک شرط یہ ذکر کی گئی ہے کہ: ''ویشترط وقوع الشهوة عليها لا على غيرها'' اس کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کا کیا حکم ہوگا؟

(۱۱) اگر کسی متعین عورت کی فحش ویڈیو اس طرح بنالی جائے کہ اس کے پوشیدہ اعضاء بالکل واضح نظر آرہے ہوں، تو اس ویڈیو کو دیکھنے سے مذکورہ عورت سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

تجاویز

چودہواں فقہی اجتماع زیر اہتمام ادارہ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند منعقدہ ۴، ۵، ۶، جمادی الاخری ۱۴۳۹ھ، بہ مقام: جامعہ علوم القرآن جمبوسر۔ گجرات

تجویز (۱) بابت: حرمت مصاہرت سے متعلق چند اہم پہلو

ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے چودہویں فقہی اجتماع میں حرمتِ

مصاہرت کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث وتمحیص کے بعد درجِ ذیل امور طے کئے گئے۔

(۱) حرمت مصاہرت کے مسائل بہت ہی حساس اور نازک ہیں اور عام طور پر لوگ ان سے واقف نہیں ہیں؛ اس لئے یہ اجتماع اہل علم سے درخواست کرتا ہے کہ ان مسائل کو عامۃ الناس کے درمیان بیان کرکے لوگوں کو اس کی حساسیت اور نزاکت سے واقف کراتے رہیں۔

(۲) شرکاءِ اجتماع کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح حرمت مصاہرت نکاح اور جائز ہمبستری سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح زنا سے بھی حرمت مؤبدہ کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

(۳) ''مس بالشہوۃ اور تقبیل'' سے حسب شرائط حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اور فقہاءِ احناف کا یہ مسئلہ مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔

(۴) اس کے باوجود اگر ''مس بالشہوۃ'' میں کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس میں حرمت مصاہرت کا فتوی دینے کی صورت میں غیر معمولی حرج و مشقت پیش آرہی ہے تو اس وقت مفتی کے لیے اپنی صواب دید کے متعلق مذہبِ غیر پر عمل کرنے کا مشورہ دینے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں دونوں طرح کی رائیں آئیں، لیکن کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں ہو سکا۔

(۵) چہرے پر بوسہ دینے سے عموماً شہوت پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے؛ البتہ اگر کسی عرف یا معاشرہ میں بعض خاص مواقع پر باپ بیٹی یا ماں بیٹے یا دیگر محارم کے درمیان چہرہ وغیرہ پر بوسہ لینے دینے کا رواج ہو تو اس سے حرمت مصاہرت کا حکم اس وقت تک ثابت نہ ہوگا، جب تک کہ جانبین میں سے کسی جانب شہوت پیدا ہونے کا اقرار یا

قرینہ نہ پایا جائے۔

نوٹ: مولانا کلیم اللہ عمری مدنی صاحب، چوں کہ مسلکاً حنفی نہیں ہیں، اس لیے انہوں نے شق ۲-۳ سے اتفاق نہیں کیا۔

ماں کو اولاد پر ولایتِ نکاح

ولایتِ نکاح اولاً عصبہ کو حاصل ہوگی؛ لیکن اگر عصبات میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک ولایتِ نکاح سب سے قریبی رشتہ دار کو حاصل ہوگی، چاہے وہ ذوی الارحام ہو، جیسے ماں۔

امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ ذوی الارحام کے لیے کوئی ولایت نہیں ہے، اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ میں مضطرب ہے۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اصح قول کے مطابق امام ابو یوسف امام صاحب کے ساتھ ہیں، اور عمل بھی حضرات شیخین کے قول پر ہے کہ عصبات کے نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ولایت حاصل ہوگی۔

فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم أى عند الإمام ومعه ابويوسف فى الأصح وقال محمد ليس لغير العصبات ولاية وإنما هى للحاكم و الأول الاستحسان والعمل عليه إلا فى مسائل ليست هذه منها فما قيل من أن الفتوى على الثانى غريب لمخالفته المتون الموضوعة لبيان الفتوى من البحر والنهر۔(شامی: ٤/ ١٩٥)

وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الأرحام يملك تزويجهما فى ظاهر الرواية عن أبى حنيفة رحمه الله

تعالی وقال محمد لا ولاية لذوی الأرحام وقول أبی یوسف رحمه الله تعالی مضطرب والأقرب عند أبی حنيفة رحمه الله تعالی الأم .
(هندية بيروت لبنان: ۱/ ۳۶۳)

وإن لم تكن عصبة فالو لاية للأم وهذا عند ابی حنيفة رحمه اللّٰه وعند هما ليس لغير العصبات من الأقارب ولاية وإنما الولاية للحاكم بعد العصبات لحديث : الإنكاح إلى العصبات ولأبی حنيفة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن الولاية نظرية والنظر يتحقق بالتفويض إلى من هو المختص بالقرابة الباعثة علی الشفقة وقد اختلفوا فی قول أبی يوسف ففی الهداية الاشهر أنه مع محمد وفی الكافی الجمهور أنه مع أبی حنيفة وفی التبيين والجوهرة والمجتبی و الذخيرة الأصح أنه مع أبی حنيفة وفی تهذيب القلانسی وروی ابن زياد عن أبی حنفية وهو قولهما لايليه الا العصبات وعليه الفتوی وهو غريب لمخالفته المتون الموضوعة لبيان الفتوی.(البحر الرائق: ۲۱۸/۳)

بیٹے کو ماں پر ولایتِ نکاح

لڑکے کو اپنی مجنونہ ماں پر ولایت نکاح حاصل ہے، اگر عورت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو حضرات شیخینؒ کے نزدیک بیٹا ماں کا نکاح کرانے میں باپ پر مقدم ہوگا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ باپ کو مقدم رکھا جائے گا ، نہ کہ بیٹے کو۔اس لیے کہ باپ اولاد کے سلسلہ میں زیادہ مشفق اور مہربان ہوتا ہے۔

وولی المجونة فی النكاح ابنها دون أبيها والمراد أنه إذا اجتمع

فـی الـمـجـنـونة أبـوها أو جدها مع ابنها فالولاية للابن عندهما دون الاب أو الجد كما فى الفتح (شامى: زكريا : ٤/ ٢٠٢)

ابن المجنونة مقدم على أبيها فى تزوجيها عند أبى حنيفة رحمه اللّٰـه تـعـالى وكذا عند أبى يوسف رحمه اللّٰه تعالى إلا أن الابن يقدم الأب احتـرامـا وقـال مـحـمدؒ : أبـوهـا، لأن الأب وافـر الشـفـقة ۔(مختارات النوازل:٢/٦١)

وهـل يثبـت ولاية التـزويـج لـلابـن اختـلفوا فيه واذا اجتمع فى الـمـجـنـونة أبوها وابنها قال فى التجريد وليها ابنها لا أبو ها عند ابى يـوسف وعند محمد الأب ولى وقال فى المحيط الابن اولٰى عند أبى حـنيـفة واحدى الروايتين عن أبى يوسف وعند محمد الاب اولٰى ۔(خلاصة الفتاوى مكتبه حبيبية:٢/٢١)

اصل اختلاف امام محمد اور شیخین کے درمیان ولایت کی دلیل اور بنیاد کے متعلق ہے۔امام محمد شفقت کو مدارِ ولایت گردانتے ہوئے باپ کو مقدم کرتے ہیں، اور شیخینؒ کے نزدیک اس ولایت کی دلیل اور بنیاد عصبیت یعنی عصبہ ہونا ہے اور باعتبار عصبہ بیٹا باپ پر مقدم ہوتا ہے۔

قـولـه (وولـى المجنونة الابن لاالأب) أى فى النكاح وهذا عند ابـى حـنيفة وابى يوسف وقال محمد أبوها لأنه أو فر شفقة من الابن ولهـمـا أن الابـن هـو الـمـقـدم فى العصوبة وهذه الولاية مبنية عليها ولامـعتبـر بـزيـادة الشـفـقة كـأب الأم مـع بعض العصبـات وأخذ

الطحاوی بقول محمد کما فی غایة البیان والتقیید بالمجنونة اتفاقی لأن الحکم فی المجنون إذا کان له أب وابن کذالك۔(البحر الرائق: ٢٢٤/٣)

بعض مشائخ حنفیہ نے تطبیق اور توفیق کی شکل بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ بحرالرائق میں ہے کہ بیٹا خود باپ کو مقدم کردے اور باپ نکاح کرائے تو بلا اختلاف یہ نکاح درست ہو جائے گا۔

والأفضل أن یأمر الابن الأب بالنکاح حتی یجوز بلا خلاف ۔ (بحرالرائق:۲۲۴/۳)

تطبیق کی دوسری شکل اس کے برعکس تاتارخانیہ میں یہ ہے کہ باپ سے اجازت لے کر بیٹا نکاح کرائے تو یہ نکاح بالاتفاق درست ہو جائے گا۔

و إذا اجتمع للمجنونة أب وابن فالابن أولی فی قول أبی حنیفة و إحدی الروایتین عن أبی یوسف رحمه الله بالتزویج وفی الظهیریة : وکذلك ابن الابن وان سفل وقال محمدؒ الأب أولی وعلی هذا الاختلاف الجد مع الابن وفی الحجة: الأولی أن یزوجها الابن برضا الأب لیکون الأمر مجمعا علیه وفی الکافی: ولا فرق بین الجنون الأصلی والطاری وقال زفر إذا طرأ الجنون لم یجز تزویجها۔(تاتارخانیة: ٨٩/٤)

باب اللعان

لعان کی صورت میں ماں سے بچہ کے نسب کا ثبوت

شریعت میں لعان: ان چار شہادتوں اور ایک مرتبہ لعن وغضب کو کہتے ہیں جوزوجین کے درمیان شرعی ضابطہ کے مطابق قاضی کے سامنے جاری ہوں۔

لعان کے بعد قضاءِ قاضی کے ذریعہ ہونے والی تفریق سے عورت پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ اگر بچہ کی ولادت ہوگئی ہے تو شوہر سے اس کا نسب ختم کر کے بچہ کو ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا اور جب تک شوہر اپنے دعوی اور عورت اپنے انکار پر باقی رہے ان دونوں کے درمیان کبھی نکاح نہیں ہوسکتا۔

واضح ہو کہ ثبوتِ نسب کے باب میں فقہاء نے جن جن مسائل میں بچہ کو ثابت النسب مانا ہے یا جن مسائل میں ثبوتِ نسب یا عدم ثبوت کے مختلف احکام ملتے ہیں ان سب کا تعلق باپ سے بچہ کے نسب کے ثابت ہونے کے بارے میں ہے کیوں کہ ماں سے بچہ کا نسب ہر حالت میں ثابت مانا جائے گا خواہ نکاح صحیح کے بعد بچہ پیدا ہو یا زنا سے ہی بچہ کی پیدائش ہو۔

ونسب الولد من أمه ثابت فی کل حالات الولادة شرعية أو غير شرعية (الفقه الاسلامی وأدلته: ٦٧٥/٧)

اللعان شرعاً شهادات أربعة كشهود الزنا مؤكدات بالأيمان مقرونة شهادته باللعن وشهادتها بالغضب لأنهن يكثر اللعن فكان الغضب أردع لها قائمة شهاداته مقام حد القذف فی حقه وشهاداتها

مقام حد الزنا فی حقها أی إذا تلاعنا سقط عنه حد القذف وعنها حد الزنا لأن الاستشهاد باللّٰه مهلك كالحد بل أشد(شامی : ٥/ ١٤٩)

وان قذف الزوج بولد حتی نفی الحاکم نسبه عن أبيه وألحقه بأمه بشرط صحة النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیه اللعان (شامی:٥/ ١٥٩)

یاد رہے کہ لعان کے واجب ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) میاں بیوی میں سے ہر ایک کی گواہی عند الشرع معتبر ہو، لہٰذا اگر زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں گونگے ہوں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا۔

(۲) شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہو اور شوہر کے پاس گواہ نہ ہو۔

(۳) میاں بیوی میں سے ہر ایک عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہو۔

(۴) عورت اپنے اوپر لگائے گئے الزام کا انکار کرتی ہو۔

(۵) شوہر اپنی بیوی پر الزام لگانے سے قبل الزام تراشی میں سزا نہ پا چکا ہو (محدود فی القذف نہ ہو)

(۶) عورت کا اس سے قبل زنا میں ملوث ہونے کا الزام ثابت نہ ہو۔

(۷) اسلامی حکومت کی عدالت میں عورت کی جانب سے لعان کا مطالبہ کیا گیا ہو، اگر عورت کی طرف سے لعان کا مطالبہ نہیں کیا گیا تو لعان نہیں ہوگا۔

(۸) صراحۃً زنا کی تہمت لگائی گئی ہو۔ اگر بچہ کی ولادت کے بعد شوہر یہ

کہہ دے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو یہ بھی زنا کی تہمت کے حکم میں سمجھا جائے گا۔

(۹) لعان صرف دارالاسلام میں شرعی عدالت میں ہوسکتا ہے، غیر اسلامی حکومت میں لعان نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) زوجین کے درمیان نکاح صحیح کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر نکاح فاسد ہوا تھا اور اسکے بعد شوہر نے تہمت لگائی تو لعان نہیں ہوگا (شامی: ۵/۱۴۹، ۱۵۱)

اگر لعان کی وجہ بچہ کے نسب کا انکار ہو تو درجۂ ذیل شرائط پائے جانے کے بعد بچے کا نسب لعان کرنے والے شخص سے کاٹ کر ماں کی طرف کر دیا جائے گا۔

(۱) زوجین کے درمیان لعان کے سبب تفریق کر دی گئی ہو۔

(۲) بچے کی پیدائش کے فوراً بعد شوہر بچہ کے بارے میں کہہ دے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے یا اس وقت انکار کرے جب بچہ کی پیدائش پر مبارک باد دی جاتی ہو۔

(۳) انکار سے پہلے صراحۃً یا دلالۃً اس کی طرف سے اقرار نہ پایا گیا ہو، مثلاً لوگوں کے بچہ کی پیدائش کی مبارک بادی دینے کے وقت شوہر خاموش رہا ہو۔

(۴) لعان کے وقت بچہ زندہ ہو۔

(۵) بعد التفریق ایک ہی بطن سے دوسرا بچہ پیدا نہ ہو مثلاً پہلا بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے اس کی نفی کر دی جس کے سبب قاضی نے دونوں کے درمیان لعان کے بعد تفریق کر کے بچہ کو ماں کے حوالہ کر دیا پھر دوسرے دن دوسرا بچہ پیدا ہوا تو پہلے کا نسب جو ختم کر دیا گیا تھا وہ باطل قرار پائے گا اور اب اس کی نفی صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) اس بچہ کا نسب اس شخص سے شرعاً پہلے ثابت نہ ہو چکا ہو، امام محمدؒ نے جامع الکبیر میں اس کی مثال دی ہے کہ ایک عورت کے بطن سے بچہ پیدا ہوا، یہ بچہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گر گیا اور وہ بچہ مر گیا اور مرنے والے بچہ کی دیت اسکے باپ کے عاقلہ پر قاضی نے واجب ہونے کا فیصلہ کر دیا پھر اس نے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا تو اس صورت میں قاضی دونوں کے درمیان لعان کرا کر تفریق کر دیگا مگر اس بچے کے نسب کی نفی نہیں کریگا۔

قوله وان قذف بولد نفى نسبه وألحقه بأمه لأن المقصود من هذا اللعان نفى الولد فيوفر عليه مقصوده ويتضمنه القضاء بالتفريق وفى البدائع ولو جوب قطع النسب شرائط : الأول التفريق الثانى : أن يكون بحضرة الولادة أو بعدها بيوم أو يومين. الثالث : أن لايتقدم منه اقرار به صريحًا او دلالة كسكوته عند التهنئة مع عدم رده. الرابع : أن يكون الولد حيا وقت قطع النسب وهو وقت التفريق فلو نفاه بعد موته لاعن ولم ينقطع نسبه. الخامس :أن لا تلد بعد التفريق ولدًا آخر من بطن واحد فلو ولدت فنفاه ولاعن الحاكم بينهما وفرق بينهما وألزم الولد أمه ثم ولدت آخر من الغد لزماه وبطل قطع نسب الأول ولا يصح نفيه الآن لأنها أجنبية واللعان ماض لأنه لما ثبت الثانى ثبت الأول ضرورة وان قال الزوج هما ابناى لاحد عليه ولا يكون مكذبا نفسه لاحتمال الاخبار بما لزمه شرعًا. السادس : أن يكون محكوماً بثبوته شرعًا، فان كان لايقطع نسبه.وقدذكر الامام

محمد فی الجامع الکبیر خمس مسائل مسألتان فی کتاب الشھادات من التلخیص احداھما فی الکتاب المعاقل امرأة ولدت ولدا فانقلب ھذا الولد علی رضیع فمات الرضیع و قضی بدیته علی عاقلة الأب ثم نفی الأب نسبه یلاعن القاضی بینھما و لا یقطع نسب الولد منه لأن القضاء بالدیة علی عاقلة الأب قضاء یکون الولد منه فلا ینقطع النسب بعده۔ (البحر الرائق: ٤/ ١٩٨)

رضاعت کا بیان

اسلام میں بچوں سے متعلق دوسرا سب سے اہم حق پیدائش کے بعد اسے دودھ پلانے کی ذمہ داری یعنی حقِ رضاعت ہے؛ کیوں پیدا ہونے کے بعد بچہ زندہ رہنے کے لیے دودھ کا ہی سب سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں رضاعت سے متعلق تفصیلاً رہ نمائی فرمائی گئی ہے۔

بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟

یہ ذمہ داری ماں اور باپ میں سے کس پر ہے؟

اس سلسلے میں اصولی بات یہ ہے کہ عام حالات میں تو بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری باپ پر ہے کہ وہ اس کا کوئی انتظام کرے، مگر چند ایسے مخصوص حالات بھی ہیں جن میں یہ ذمہ داری ماں کے سر چلی جاتی ہے اور ماں کا اپنے بچہ کو دودھ پلانا ضروری ہو جاتا ہے، فقہاء کرام نے اس کو مفصل بیان کیا ہے، ذیل میں اس کی صورتیں مذکور ہیں۔

(۱) اگر باپ ایسی عورت کو نہ پائے جو بچہ کو دودھ پلا سکے یا بچہ ایسا ہے کہ وہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیتا ہی نہیں ہے تو ان صورتوں میں ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ بچہ کو دودھ پلائے یہ ہی مفتی بہ قول ہے۔

وليس على أمه (التى فى نكاح الأب أو المطلقة) إرضاعه إلا إذا تعينت فتجبر بأن لم يجد الاب من ترضعه أو كان الولد لايأخذ ثدى غيرها هو الأصح وعليه الفتوى ـ(شامى: ٥/ ٣٤٧)

قال أصحابنا لاتجبر الأم على إرضاع ولد ها فإن كان الصبى لايأخذ لبن غيرها أولا يوجد من يرضعه هل تجبر الأم على إرضاع ولدها ذكر شمس الأئمة الحلوانى : أن فى الظاهر رواية أصحابنا لا تجبر وفى الخانية تأويله أنه يغذى بالدهن وغيره من المائعات فلا يؤدى إلى تلف الولد وروى عن أبى حنيفةؒ و أبى يوسفؒ فى النوادر أنها لا تجبر وفى الخانية وعليه الفتوى۔ (تاتارخانية: ٥/ ٤١١، هندية: ١/ ٦٦٥)

قال أصحابنا رحمه الله تعالى لاتجبر الأم على ارضاع ولدها لأن الارضاع بمنزلة النفقة ونفقة الأولاد تجب على الآباء لا على الأمهات فكذا الارضاع فان كان الصبى لايأخذ لبن غيرها ولا يوجد من يرضعه هل تجبر الأم على الارضاع؟ فى ظاهر الرواية عن أصحابنا رحمه الله تعالى لا تجبر وروى عن أبى حنيفة وأبى يوسف رحمها الله فى النوادر أنها تجبر وذكر شمس الائمة السرخسيؒ فى شرح

ادب القاضی للخصاف انها تجبر من غیر خلاف و هکذا ذکر فی شرح القدوری رحمه الله و هذا لأنها لولم تجبر والولد لایأخذ لبن غیرهاأدی ای تلف الولد و هی ممنوعة من الاتلاف. (أحکام الصغار: ۸۱)

(۲) اسی طرح اگر بچہ اور باپ دونوں کے پاس مال نہیں ہے تو اس صورت میں بھی ماں کا کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا، یا اگر ماں مالدار ہے تو اسے دودھ پلانے والی عورت کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

وقال الضحاك: ولولم یکن للصبی او للأب مال أجبرت الأم علی الارضاع و هو الصحیح لأنها ذات یسار فی اللبن قیاس هذا ما قال أصحابنا رحمهم الله فی من غاب ولیس له مال و ترك امرأة و صغیراً وللمرأة مال فالمرأة تجبر علی الانفاق علی الصبی ثم هی ترجع علیه کذا ههنا. (أحکام الصغار: ۸۱، تاتارخانیه : ۴۱۱/۵)

وان لم یکن للأب ولا للولد مال تجبر الأم علی إرضاعه عند الکل۔ (شامی زکریا: ۳۴۷/۵، تاتارخانیة زکریا: ۴۱۱/۵)

(۳) لیکن اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ پی لیتا ہے تو ایسی صورت میں ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

الولد الصغیر إذا کان رضیعا فإن کانت الأم فی نکاح الأب و الصغیر یأخذ لبن غیرها لاتجبر الأم علی الارضاع (عالمگیری : ۵۶۰/۱)

(۴) عورت اگر مرد کے نکاح میں ہو یا عدت میں ہو یا مبتوتہ ہو، تینوں

صورتوں میں ماں پر بچہ کو دودھ پلانا قضاءً واجب نہیں، جیسا کہ اوپر گذرا، البتہ جن صورتوں میں دودھ پلانا ماں پر واجب اور متعین ہے ان صورتوں میں اگر عورت نکاح میں یا عدت میں ہو تو باپ پر ''ارضاع'' کے عوض پر مزید اجرت یا نفقہ واجب نہ ہوگا، زوجیت اور عدت والا نفقہ ہی ماں کو ملے گا، اور مبتوتہ ہونے کی صورت میں شوہر پر ارضاع کی اجرت واجب ہوگی یعنی اس صورت میں بلا اجرت دودھ پلانے پر ماں کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اور اس صورت میں اگر باپ کے پاس یا بچہ کے پاس مال نہیں ہے تو دودھ پلانے کی اجرت باپ کے ذمہ دین قرار دی جائے گی۔

لایستأجر الأب أمه الخ علله فی الهداية بأن الارضاع مستحق عليها ديانة بقوله تعالى﴿ والوالدات يرضعن(البقرة: ٢٣٣﴾ فلا يجوز أخذ الأجر عليه واعترضه فى الفتح بجواز أخذ الأجرة بعد انقضاء العدة مع أن الوجوب فى الآية يشمل ما قبل العدة وما بعدها ثم قال والحق أنه تعالى أوجبه عليها مقيداً بإيجاب رزقها على الأب بقوله تعالى ﴿وعلى المولودله رزقهن﴾ ففى حال الزوجية والعدة هوقائم برزقها بخلاف ما بعدهما فيقوم الأجر مقامه۔ اه

قلت : وتحقيقه أن فعل الارضاع واجب عليها ومؤنته على الأب لأنها من جملة نفقة الولد ففى حال الزوجية والعدة هو قائم بتلك المؤنة لابعد البينونة فتجب عليه بعدها وان وجب على الأم ارضاعه لقوله تعالى: ﴿لاتضار والدة بولدها﴾ فان الزامها بارضاعه

مـجـانـاً مـع عـجزها وانقطاع نفقتها عن الأب مضارة لها فساغ لها أخـذ الأجرة بعد البينونة لأنه لاتجبر على ارضاعه قضاء وامتناعها عن إرضـاعـه مـع وفـور شـفـقتهـا عليه دليل حاجتها ولايستغن الأب عن ارضـاعـه عند غيرها فكونه عند أمه بالأجرة أنفع له ولها إلا أن توجد متبرعة فتكون أولى دفعا للمضارة عن الأب أيضا ـ(شامی زکریا: ۵/ ۳٤۸)

مردہ عورت کے دودھ پینے سے حرمت کا حکم

اگر بچہ کوکسی انتقال شدہ عورت کا دودھ پلا دیا جائے تو اس سے بھی ان دونوں کے درمیان حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی اس لیے کہ حرمت رضاعت عورت کے اس دودھ سے پیدا ہوتی ہے جس دودھ میں جسم انسانی کی نشو و نما کی صلاحیت ہو اور چوں کہ زندہ عورت کی طرح مردہ عورت کے دودھ میں بھی یہ صلاحیتیں باقی رہتی ہیں، کیوں کہ دودھ ایک بے جان چیز ہے، موت وحیات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہے لہٰذا مردہ عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

ولبـن الـميتة يـدفـع الـجـوع وينبت اللحم وينشر العظم ويفتق الأمـعـاء فيـوجـب الـحـرمة ولأن الـلبـن كان محرما فی حال الحياة والعارض هو الموت واللبن لايموت كالبيضة كذا روی عن عمرؓ أنه قـال الـلبن لايموت ولأن الموت يحل محل الحياة ولا حياة فی اللبن (بدائع : ۳/ ٤٠٧)

ولبن الحية والميتة سواء فى التحريم كذا فى الظهيرية (هنديه: ١/ ٤٣٦)

ولم يشترط الجمهور هذا الشرط فلبن الميتة والصغيرة التى لم تطق الوطء إن قدر أن بها لبنا يحرم لأنه ينبت اللحم ولأن اللبن لايموت. (الفقه الاسلامى وأدلته: ٧/ ٦٦٨)

دودھ بینک کا حکم اور رضاعت کا حکم

جس طرح موت کے بعد عورت کے پستان سے نکالے ہوئے دودھ سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح زندگی میں نکالا ہوا دودھ عورت کے مرنے کے بعد بچے کو پلایا جائے تو اس سے حرمتِ رضاعت بدرجہ اولی ثابت ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا آج کل عورتوں کا دودھ جمع کر کے ضرورت مند بچوں کو فراہم کرنے کے لیے جو دودھ بینک قائم ہو رہے ہیں، ان میں جمع شدہ دودھ سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی، چاہے وہ دودھ جمع کرنے والی عورت بچے کو دودھ فراہم کرنے کے وقت زندہ ہو یا مر چکی ہو۔

چوں کہ یہ دودھ بھی حرمتِ رضاعت کا موجب ہے، اور بینک میں جمع شدہ دودھ کے متعلق یہ تعیین دشوار ہے کہ کس عورت کا دودھ ہے؟ نیز ایک بچے کو جس قدر ضرورت ہوا تنا دودھ ایک ہی عورت کا جمع کروایا ہوا فراہم ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں، اور عموماً متعدد عورتوں کا دودھ ہی استعمال ہوگا، ایسی صورت میں کن کن عورتوں سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی اس کا علم دشوار ہے۔ اس لیے اس طرح

کے بینک میں دودھ جمع کروانا جائز نہیں۔

دودھ بینک کے قیام اوراس میں دودھ جمع کرنے کے عدم جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جمع کرنے والی عورت یا بعد میں دودھ فراہم کرنے والی بینک، اس دودھ کی قیمت وصول کرتے ہیں، اورانسانی اجزاء کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کے چوبیسویں سیمینار (۲۰۱۵) میں منظور شدہ تجویز اس طرح ہے:

''انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہوتو اس میں دودھ جمع کرنا اوراس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں۔''

فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ اس طرح ہے:

اول: عالمِ اسلام میں ماؤں کے دودھ بینک قائم کرنا ممنوع ہے۔

دوم: دودھ بینک کے دودھ سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔
(انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے: ۸۵)

رضاعی ماں سے متعلق احکام

(۱) موجب حرمت رضاعت کی مقدار: دودھ چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ؛ اگر مدت رضاعت میں پیا ہے تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی مرتبہ چوسا ہو۔

قلیل الرضاع و کثیره سواء إذا حصل فی مدة الرضاع یتعلق به التحریم ۔(هندیه: ۴۳۵/۱، هدایه: ۳۶۹/۲)

الـرضـا ع الـمـحـرم يكون بالقليل والكثير ولو بالمصة الواحدة لـلأدلة الثـلاثة التـالية أولهـا عـمـوم قـولـه تعـالى (وأمهـاتكم التى أرضـعـنـكـم،(النساء) فإنه علق التحريم بالإرضاع من غير تقدير بقدر مـعين فيعمل به على اطلاقه، ثانيها حديث يحرم من الرضاع ما يحرم مـن الـنسب فانه ربط التحريم بمجرد الرضاع ويؤكده آثار عن بعض الـصـحـابة روى عـن عـلـى وابـن مسعود وابن عباس أنهم قالو قليل الـرضـا ع وكثيـره سـواء. ثـالثهـا أن الـرضـا ع فـعل يتعلق به التحريم فيستـوى قـليـلـه وكثيـره لأن شـأن الشـارع انـاطة الحكم بالحقيقة مجردة عن شرط التكرار والكثرة وتتحقق جزئية الرضيع من المرضعة بالقليل والكثير. (الفقه الاسلامى وادلته:٦٧٢/٧)

(۲)مدتِ رضاعت: رضاعت (دودھ پلانے) کی مدت امام صاحب کے بقول ڈھائی سال ہے اورحضرات صاحبین کے بقول دوسال ہے، اگراس مدت کے بعدکوئی عورت کا دودھ پیتا ہےتو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی ،یعنی وہ عورت اس کی رضاعی ماں نہیں کہلائے گی۔

ووقـت الـرضـا ع فـى قـول أبـى حـنـفية رحمة الله تعالى مقدر بثـلاثيـن شهـرا وقالا مقدر بحولين وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم.(هنديه : ١/ ٤٣٥)

ويثبـت حكمه أى الرضاع بقليله وكثيره فى مدته لابعدها وهى حـولان ونـصف أى ثـلاثون شهرا من وقت الولادة عند الامام وعند

هـمـا حولان وهو قول الشافعى وعليه الفتوى كما فى المواهب وبه أخذ الطحاوى ـ(مجمع الأنهر : ١/ ٥٥١)

فـأمـا الـكـلام فى ثبوت الحرمة فقد قال : أبو حنفية رحمه الله يثبت حكم الرضاع فى الصغير إلى ثلاثين شهرا فطم او لم يفطم وفى الـخـانية حتى لو ارتضع بعد حولين ونصف لا تثبت الحرمة وقال أبو يـوسف و مـحـمـد رحـمهما اللّه تعالى إلى سنتين۔ (تاتارخانية : ٤/ ٣٦٦)

اس مسئلہ میں فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے۔علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفـى فتـح الـقدير: الأصح قولهما من الاقتصار على الحولين فى حق التـحـريـم أيـضا وبه أخذ الطحاوى ومراده بالنظر إلى الدليل بحسب ظـنه والا فالمذهب للامام الأعظم وإن لم يظهر دليله لوجوب العمل عـلى المقلد بقول المجتهد من غير نظر فى الدليل........ ولا يخفى قـوـة دليـلهـمـا فـان قوله تعالى " والوالدات يرضعن اولادهن حولين كـامـليـن لـمـن أراد أن يتـم الـرضـاعة" (البـقرة ٢٣٣) يدل على أنه لارضاع بعد التمام (البحر الرائق :٣٤٤/٣ زكريا)

أن يـكـون الرضاع فى حال الصغر باتفاق المذاهب الأربعة فلا يـحـرم رضـاع الـكبيـر وهـو مـن تـجاوز السنتين ـ(الفقه الاسلامى وأدلته:٦٦٩/٧)

(۳)عورت کا دودھ ہو: حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے عورت کے

دودھ کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر دودھ پلانے والی عورت نے بچہ کو بجائے اپنے دودھ کے کسی چوپائے کا دودھ پلایا تو اس کی وجہ سے وہ عورت بچے رضاعی ماں نہیں کہلائے گی۔

اسی طرح اگر دو بچے کسی ایک جانور کا دودھ پی لیں تو اس سے بھی ان دونوں کے درمیان حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی مرد کے پستان سے نکلا ہوا دودھ پینے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

وإذا ارتضع الصبيان من لبن بهيمة لايثبت به الرضاع (هنديه: ١/ ٤٣٦)

إذا نزل للرجل لبن فأرضع به صبيا لاتثبت به حرمة الرضاع (هنديه: ١/ ٤٣٦)

أن يكون لبن امرأة آدمية سواء أكانت عند الجمهور بكرا أم متزوجة أم بغير زوج : فلاتحريم بتناول غير اللبن كامتصاص ماء أصفر أم دم أوقيح ولا بلبن الرجل أو الخنثى المشكل أو البهيمة فلو رضع صغيران من شاة مثلا لم يثبت بينهما أخوة فيحل زواجهما لأن الأخوة فرع الأمومة فاذا لم يثبت الاصل لم يثبت الفرع۔ (الفقه الاسلامى : ٧/ ٦٦٧)

(۴) باکرہ عورت کے دودھ سے حرمتِ رضاعت: اگر کسی باکرہ لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آوے پھر وہ کسی بچہ کو دودھ پلا دے تو اس کی وجہ سے وہ اس

بچہ کی رضاعی ماں ہو جائے گی اور ان دونوں کے درمیان رضاعت کے تمام احکام ثابت ہو جائیں گے، لیکن اگر کسی نو سال سے کم لڑکی کو دودھ اتر آوے اور وہ کسی بچہ کو دودھ پلا دے تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

بکر لم تتزوج لو نزل لها لبن فأرضعت صبيا صارت أما للصبي وتثبت جميع أحكام الرضاع بينهما۔

ولو أن صبية لم تبلغ تسع سنين نزل لها اللبن فأرضعت به صبياً لم يتعلق به تحريم ۔(هنديه: ١/٤٣٦)

وإذا نزل للبكر لبن فارضعت صبيا تعلق به التحريم لا طلاق النص ولانه سبب النشو فيثبت به شبهة البعضية (هداية : ٢/ ٣٧١)

(۵) غیر فطری طریقہ سے دودھ پہنچانا: منہ اور ناک کے علاوہ کسی اور راستہ سے اگر پیٹ میں دودھ جائے تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

ويثبت به وإن قل إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لاغير. (شامی: ٤/ ٣٩٩)

ولا يثبت بالاقطار فی الأذن والحقنة والاحليل والدبر والآمّة والجائفة ۔ (هنديه : ١/ ٤٣٦)

(٦) ناک یا منہ میں دودھ ٹپکانے سے حرمتِ رضاعت: حرمت رضاعت کے ثابت ہونے میں چاہے براہ راست چھاتی سے دودھ پلایا ہو یا بچہ کی ناک کے ذریعہ یا بچہ کے حلق میں کسی اور ذریعہ سے پہنچایا ہو سب برابر ہے، اس لیے کہ حرمت رضاعت کے ثابت ہونے میں اصل مؤثر دودھ سے غذائیت کا حصول،

گوشت اور ہڈیوں کا بڑھنا اور بھوک کا ختم ہونا ہے۔

ویستوی فی تحریم الرضاع الارتضاع من الثدی والاسعاط والإیجار لأن المؤثر فی التحریم هو حصول الغذاء باللبن وانبات اللحم وانشار العظم وسد المجاعة لأن یتحقق الجزئیة وذلك یحصل بالاسعاط والایجار لأن السعوط یصل إلی الدماغ والی الحلق فیغذی ویسد الجوع والوجور یصل إلی الجوف فیغذی۔(بدائع : ۴۰۷/۳)

(۷) جدید آلات یا نلکی سے براہِ راست معدہ تک دودھ پہنچانے کا حکم:

اس زمانہ میں اگر کسی جدید آلہ سے ماں کا دودھ بچے کے معدہ تک 'براہِ راست' پہنچایا جائے، جیسا کہ طبی علاج کی ضرورت کے پیش نظر ہوتا ہے، تو اس صورت میں اگر دودھ معدہ تک پہنچ کر غذائیت اور نشو نما کا سبب بنتا ہے تو دودھ والی عورت سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اور وہ عورت اس کی رضاعی ماں کہلائے گی۔

فقہاءِ کرام نے منہ اور ناک کے ذریعہ سے دودھ پہنچنے کی جن صورتوں میں ثبوتِ رضاعت کی نفی کی ہے، وہاں اس کی تصریح فرمائی ہے کہ ان طریقوں سے یا تو دودھ معدہ تک پہنچتا ہی نہیں، یا کسی وجہ سے وہ غذائیت کا سبب نہیں بنتا۔ جب کہ موجودہ طبی آلات میں نلکی کے ذریعہ خالص دودھ براہ راست معدہ تک پہنچتا ہے اور منہ سے پینے کی طرح غذائیت کا سبب بنتا ہے۔ نمبر:۶ میں اسعاط اور ایجار کے طریقہ سے ثبوتِ حرمت کا حکم اسی قبیل سے ہے۔ ذیل میں فقہاءِ کرام کی وہ عبارت ذکر کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک اور منہ کے علاوہ دیگر

طریقوں میں عدمِ ثبوت رضاعت کے حکم کا مدار غذائیت کا حاصل نہ ہونا ہے، پس جن صورتوں میں غذائیت کا حصول یقینی ہے، ان صورتوں میں ثبوت رضاعت یقیناً ہوگی۔

(۱)وكذلك الإقطار فى الاحليل لأنه لايصل إلى الجوف فضلًا عن الوصول إلى المعدة.

(۲) وكذلك الإقطار فى الجائفة وفى الآمّة لأن الجائفة تصل إلى الجوف لا إلى المعدة والآمة إن كان يصل إلى المعدة لكن مايصل إليها من الجراحة لايحصل به الغذاء فلا تثبت به الحرمة والحقنة لا تحرم بأن حقن الصبى باللبن، فى الرواية المشهورة۔

(۳) والحقنة لاتصل إلى موضع الغذاء لأن موضع الغذاء هو المعدة والحقنة لاتصل اليها فلا يحصل بها نبات اللحم ونشور العظم واندفاع الجوع فلا توجب الحرمة ـ(بدائع : ۳/ ۴۰۸)

رضاعی ماں سے نکاح کی حرمت:

(۱) رضاعی ماں سے نکاح کرنا نص قطعی کی وجہ سے حرام ہے، اس لیے کہ دودھ پلانے کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی؛ چنانچہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔

أما تفسير الحرمة فى جانب المرضعة فهو أن المرضعة تحرم على المرضع لأنها صارت أما له بالرضاع فتحرم عليه لقوله عز وجل:﴿ وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم﴾ معطوفا على قوله تعالى:

﴿حُرِّمت عليكم أمهاتكم و بناتكم﴾ يحرم من الرضاع مايحرم من النسب۔(بدائع : ۳۹٦/۳)

عن عائشة رضى الله تعالى عنها زوجُ النبى ﷺ أخبر تها أن النبى ﷺ كان عندها وأنها سمعت صوت رجل يستأذن فى بيت حفصة قالت عائشة فقلت يارسول الله ﷺ هذا رجل يستأذن فى بيتك فقال رسول الله ﷺ أراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة فقلت يا رسول الله ﷺ لو كان فلانا- لعمها من الرضاعة -حيا يدخل علىّ فقال رسول الله ﷺ نعم ان الرضاعة تحرم ماتحرم الولادة ۔(شامى ٤٠٣/٤)

رضاعی ماں کو دیکھنا اور اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا

(۲) حقیقی ماں کی طرح رضاعی ماں کو دیکھنا اور اسکے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔

ومن محرمه هى من لا يحل له نكاحها أبدا بنسب أو سبب كالرضاع والمصاهرة والخلوة بالمحرمة مباحة۔(شامى: ۵۲۷/۹)

وأما النوع الثالث : وهو ذات الرحم المحرم فيحل للرجل النظر من ذوات محارمه إلى رأسها وشعرها وأذنيها وصدر ها وعضدها وثديها وساقها وقدمها لقوله تبارك وتعالى: ﴿ولا يبدين زينتهن إلى لبعولتهن أو آبائهن﴾ الآيه. نهاهن سبحانه وتعالى عن ابداء الزينة مطلقا واستثنى سبحانه ابداء ها للمذكورين فى الآية الكريمة منهم

ذوالرحم المحرم والاستثناء من الحظر اباحة فی الظاهر۔(بدائع : ٢٩١/٤)

وقدروی عن رسول الله ﷺ أنه قال: لایخلون رجل بامرأة فان ثالثهما الشیطان وان کانت المرأة ذات رحم محرم منه فلا بأس بالخلوة۔(بدائع : ٤/ ٣٠١)

وینظر الرجل إلی فرج امته وزوجته ووجه محرمه ورأسها فصدرها وساقها وعضدها لاالی ظهرها وبطنها وفخذها) یعنی یجوز النظر إلی محرمه الخ ، ولا یجوز إلی ظهرها الخ ما ذکر.

والمحرم من لایحل نکاحها علی التأبید بنسب ولاسبب کالرضاع والمصاهرة وان کان بالزنا ۔(بحر الرائق ٣٥٤/٨)

ویحل للرجل بغیر شهوة النظر من محرمه الانثیٰ من نسب أورضاع أو مصاهرة ماعدا مابین السرة والرکبة فیجوز النظر إلی السرة والرکبة لأنهما لیسابعورة بالنسبة لنظر المحرم ویحرم نظر مابین السرة والرکبة منها اجماعا ویحتاط فی قرابة الرضاع ۔ (الفقه الاسلامی وأدلته: ٧/ ٣٤)

بیٹے کا نسبی یا رضاعی ماں کے ساتھ سفر کرنا

ماں اگر اپنے لڑکے کے ساتھ سفر کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اس لئے کہ لڑکا ماں کے لیے سب سے بڑا محرم ہے۔

ویجوزللأم أن تسافر مع ولدها لأنه من أقوی المحارم لها لقول

النبی ﷺ : لایحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر، أن تسافر مسیرة یوم ولیلة لیس معها حرمة۔(موسوعة الفقهیه:٦/٢٥٨)

ولا بأس بالمسافرة بهن لقوله علیه الصلوة والسلام : لا تسافر المرأة فوق ثلاثة أیام إلا بزوج أو محرم . (البحر الرائق : ٨-٣٥٦)

حضانت کا بیان

'حضانت'حضن سے ماخوذ ہے،اورحضن کےلغوی معنی سینہ دونوں بازوں اوران کے درمیانی حصہ کے ہیں، اور حضانت کسی چیز کو اپنے سینے اورجسم سے ملانے کو کہتے ہیں۔اصطلاح شرع میں جن محرم رشتہ داروں پر بچہ کی پرورش کی ذمہ داری ہےاس ذمہ داری کوحضانت کہتے ہیں۔

الحضانة مأخوذة من الحِضن وهو مادون الابط إلی الکشح وحضُنا الشی جانباه وحضن الطائر بیضه إذا ضمه إلی نفسه تحت جناحه وکذالك المرأة إذا ضمت ولدها۔(فقه السنه: ٢/ ٣٥١)

الحضانة : الولایة علی الطفل لتربیته وتدبیرشؤونه

شرعاً : تربیة من لایستقل بأموره بمایصلحه ویقیه عما یضره ولوکان کبیراً مجنونا.

شرعا: تربیة الولد لمن له حق الحضانة (ابن عابد ین) القاموس الفقهی : ٩٣)

معنی الحضانة : الحضانة لغة مأخوذة من الحضن : وهو الجنب ، وهی الضم إلی الجنب.

وشرعاً: هی تربیة الولد لمن له حق الحضانة أوهی تربیة وحفظ من لایستقل بأمور نفسه عما یؤذیه لعدم تمییزه کطفل وکبیر مجنون وذلك برعایة شؤونه وتدبیر طعامه وملبسه ونومه وتنظیفه وغسله وغسل ثیابه فی سن معینة ونحوها(الفقه الاسلامی وأدلته :۷/ ۶۷۹)

اسلام میں بچوں کی پرورش اوران کی دیکھ بھال کوایک حق کے طور پر مانا گیا ہے۔یعنی بچہ کی پیدائش کے بعد کسی آدمی پراس کی پرورش کی ذمہ داری لازم ہے۔

حضانت کا اولین حق دارکون ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے والدین کے دلوں کواپنی اولاد کے حق میں محبت اورشفقت سے بھر دیا ہے، پھر اس شفقت میں ماں کا حصہ بہت زیادہ ہے، اسی وجہ سے اسلام نے بچہ کی پرورش کی ذمہ داری اوراسکا حق ماں کو دیا ہے، اور ماں کے لیے یہ حق جہاں زوجین کے درمیان نکاح کے باقی رہنے کی صورت میں ہے، وہیں اگرکسی وجہ سے زوجین کے درمیان تفریق ہوجائے تب بھی بچہ کی پرورش کا حق ماں ہی کو ہے، البتہ ماں کے انتقال یازوجین کے درمیان تفریق کے بعد ماں کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے تواب بچہ کی پرورش کاحق ماں سے منتقل ہوکر دوسرے رشتہ داروں کی طرف آجاتا ہے۔

الحضانة تکون للنساء والرجال من المستحقین لها إلّا أن النساء یقدمن علی الرجال لأنهن أشفق وأرفق وبما ألیق وأهدی إلی تربیة الصغار ثم تصرف إلی الرجال لأنهم علی الحمایة والصیانة وإقامة مصالح الصغار أقدر.

وحضانة الطفل تكون للأبوين إذا كان النكاح قائمًا بينهما فإن تفرقا فالحضانة لأم الطفل باتفاق لما ورد أن امرأة أتت رسول الله ﷺ فقالت يا رسول اللّٰه ان ابنى هذا كان بطنى له وعاء وحجرى له حواء وثدى له سقاء وزعم أبوه أنه ينزعه منى فقال أنتِ أحق به ما لم تنكحى. (الموسوعة الفقهية : ١٧ / ٣٠٢)

والحضانة نوع ولاية وسلطنة لكن الاناث أليق بها لأنهن أشفق وأهدى إلى التربية وأصبر على قيام بها وأشد ملازمة للأطفال فاذا بلغ الطفل سنًا معينة كان الحق فى تربيته للرجل لأنه أقدر على حمايته وصيانته وتربيته من النساء۔ (الفقه الاسلامى وأدلته: ٧/ ٦٧٩)

الأم أحق بحضانة الولد بعد الفرقة بطلاق أو وفاة بالاجماع لوفور شفقتها إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة فجوراً يضيع الولد به كزنا وغنا وسرقة ونياحة أو غير مأمونة بأن تخرج كل وقت ، وتترك الولد ضائعاً۔

ودليل تقديم الأم من السنة ماروى أن امرأة جاء ت إلى رسول اللّٰه ﷺ فقالت له يا رسول الله ﷺ ان ابنى هذا كان بطنى له وعاءً وثدى له سقاءً وحواء وان أباه طلقنى وأراد أن ينزعه منى فقال أنت أحق به مالم تنكحى وقال رسول الله ﷺ من فرق بين والدة وولدها فرق اللّٰه بينه وبين أحبته يوم القيامة۔ (الفقه الاسلامى وأدلته: ٧/ ٦٨١)

بچہ کی پرورش کرنے والی عورت میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔(۱) آزاد ہو(۲) عاقلہ ہو(۳) بالغہ ہو(۴) امانت دار ہو(۵) قادرہ ہو (۶) اس نے کسی ایسے مرد سے شادی نہ کی ہو جو اس بچے کے حق میں اجنبی اور غیر محرم ہو۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ان شرائط کا بھی اضافہ کر دیا جائے آزاد ہو یا مکاتبہ (دوران کتابت پیدا ہونے والے بچے کے لیے)۔اسی طرح پرورش کرنے والی عورت محرم ہو اور مرتدہ نہ ہو؛ لیکن اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اس میں بھی مذکورہ بالا صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

قال الرملی ويشترط فی الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة وأن تخلو من زوج أجنبی وكذا فی الحاضن الذی سوی الشرط الأخير هذا ما يؤخذ من كلامهم اه قلت وينبغی أن يزيد بعد قوله حرة أو مكاتبة ولدت فی الكتابة وأن يزيد أن تكون رحما محرما ولم تكن مرتدة .(شامی: ۵/ ۲۵۳)

قوله (والحاضنة المرأة الخ) قال الرملی ولها شروط: أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة وأن تخلو من زوج أجنبی وإن كان الحاضن ذكرا فشرط أن يكون كذالك ما عدا الأخير وهذا قلته منفردا به أخذاً من كلامهم ولم أر احدًا ذكر هذه الشروط على هذه الكيفية على علمی الآن والله تعالى هوالموفق قلت وينبغی أن يزيد بعد قوله حرة أو مكاتبة لوولدها مثلها لأن المكاتبة إذا ولدت فی

الکتابة فحضانته لها کما سیأتی۔(بحر الرائق:٤/ ٢٧٩)

بچہ پر ماں کا حقِ حضانت کب تک ؟

بچہ کی پرورش کا حق سب سے زیادہ ماں کو حاصل ہے، لہٰذا اگر لڑکا ہے تو سات سال تک اور لڑکی ہے تو بالغ ہونے تک ماں کو پرورش کا حق رہے گا۔

والحاضنة أما أوغیر ها أحق به أی بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتٰی لأنه الغالب والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها بالصغیرة حتی تحیض أی تبلغ فی ظاهر الروایة (شامی: ٥/ ٢٦٧)

والأم والجدة أحق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع سنین وقال القدوری حتی یأکل وحده ویشرب وحده ویستنجی وحده وقدره أبو بکر الرازی بتسع سنین والفتوی علی الأول والأم والجدة أحق بالجاریة حتی تحیض۔(هندیة: ١/ ٦٤٨)

والأم والجدة أحق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع وبها حتی تحیض. (بحر الرائق: ٤/ ٢٨٥)

حق حضانت کو ساقط کرنے والی چیزیں:

(۱) اجنبی سے نکاح۔

اگر ماں کسی ایسے مرد سے شادی کر لے جو بچے کے حق میں غیر محرم اور اجنبی ہو تو اس کی وجہ سے ماں کا حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔

والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمة أى الصغير۔(شامی:٥/٢٦٦)

ومنها أى من شرائط الحضانة أن لاتكون ذات زوج أجنبى من الصغير فإن كانت فلا حق لها فى الحضانة وأصله ماروى عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أنّ امرأة أتت رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ﷺ انّ ابنى هذا كان بطنى له وعاء وحجرى له حواء وثدى له سقاء ويزعم أبوه أن ينزعه منى فقال رسول الله ﷺ أنتِ أحق به منه مالم تنكحى۔(بدائع :٤٥٨/٣/بحر الرائق: ٤/ ٢٨٥)

(۲)سفر

حق حضانت رکھنے والی عورت یعنی ماں طلاق کے بعد اپنے بچے کو لے کر شوہر کے گھر اور مقام سے سفر کرنا چاہے تو کیا اس کو اس کی اجازت ہوگی؟ یا اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا اور بچے کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ بچے کو لے کر ماں جہاں سفر کرنا چاہتی ہے اگر وہ قریبی جگہ ہے تو اس کا حق حضانت باقی رہے گا اور بچہ اسی کے پاس رہے گا قریبی جگہ سے مراد یہ ہے کہ باپ رات ہونے سے پہلے پہلے اپنے بچہ کی زیارت کر کے گھر واپس آنے پر قادر ہو۔

اور اگر وہ جگہ دور ہے تو ایک صورت میں حق حضانت باقی رہے گا اور دو صورتوں میں حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

(الف)عورت سے نکاح اس کے وطن میں ہوا ہو اور اسی کی طرف سفر ہے

تو عورت کو بچے کے ساتھ سفر کی اجازت ہے۔

اور دو صورتوں میں حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

(ب) اگر نکاح عورت کے وطن میں نہ ہوا ہو، کسی اور شہر مثلاً شوہر کے وطن میں ہوا ہو اور عورت اپنے وطن سفر کرنا چاہے تو اس صورت میں اس کو بچہ لے جانے کی اجازت نہیں، یعنی ایسا سفر حق حضانت ساقط کرنے والا ہے۔

(ج) عورت سے نکاح اس کے وطن میں نہیں ہو، کسی اجنبی مقام مثلاً شوہر کے وطن میں ہوا اور اس کے بعد زوجین نے کسی اور جگہ سکونت اختیار کی اور بعد طلاق و فرقت عورت بچے کو لے کر مقام نکاح کی جانب سفر کرنا چاہے تو یہ سفر بھی حقِ حضانت کو ساقط کرنے والا ہے۔ عورت کو بچہ لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

وأما إذا كانت منقضية العدة فأرادت أن تخرج بولدها من البلد الذى هى فيه إلى بلد فهذا على أقسام۔

إن أرادت أن تخرج إلى بلدها وقد وقع النكاح فيه فلها ذلك مثل أن تزوج كوفية بالكوفة ثم نقلها إلى الشام فولدت أولاداً ثم وقعت الفرقة بينهما وانقضت العدة فأرادت أن تنقل أولادها إلى الكوفة فلها ذلك وإن وقع النكاح فى غير بلدها لم يكن لها أن تنتقل بولدها إلى بلدها بأن تزوج امرأة كوفية بالشام فوقعت الفرقة فأرادت أن تنقل ولدها إلى الكوفة لم يكن لها ذلك.

ولو أرادت أن تنقل الولد إلى بلد ليس ذلك ببلدها ولكن وقع

النكاح فيه كما إذا تزوج كوفية بالشام فنقلها إلى البصرة فوقعت الفرقة بينهما فأرادت أن تنقل بأولادها إلى الشام ليس لها ذلك.

فإن كانت المسافة بين البلدين قريبة بحيث يقدر الأب أن يزور ولده ويعود إلى منزله قبل الليل فلها ذلك ۔(بدائع :۳/ ٤٦١،٤٦٢)

وقال الحنفيةؒ يسقط الحق فی الحضانة إذا سافرت الأم المطلقة إلى بلد بعيد لايستطيع فيه الأب زيارة ولده فی نهار يرجع فيه إلى بيته ويبيت فيه۔(الفقه الاسلامی : ۷ / ٦٩٠)

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ اس کا خلاصہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضانت کے لیے دوشرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، ان میں سے کوئی شرط بھی فوت ہوگئی تو حق حضانت ساقط ہوجائے گا۔

(الف) بچے کو جہاں لے جانا چاہتی ہے وہ عورت کا اپنا وطن ہو۔

(ب) اسی عورت کے وطن میں شوہر نے عورت سے نکاح کیا ہو۔

فاعتبر فی الأصل شرطين : أحدهما أن يكون البلدی الذی تريد أن تنقل اليه الولدبلدها.والثانی وقوع النكاح فيه فما لم يوجدا لايثبت لها ولاية النقل. (بدائع : ۳/ ٤٦٢)

(۳) اس طرح ماں بچہ کی پرورش کرنے سے انکار کردے تو اس صورت میں بھی حق حضانت (پرورش کا حق) ساقط ہوجائے گا۔

واذا أسقطت الأم حقها صارت كميتة أو متزوجة فتنقل للجدة. (شامی: ٥/ ٢٥٨، بحر الرائق: ٤/ ٢٨٥)

(۴)فسق وفجور۔

ماں ایسے فسق وفجور میں مبتلا ہو کہ جس کی وجہ سے بچہ کے ضیاع کا خطرہ ہوتو اس وجہ سے بھی حق حضانت ساقط ہو جائے گا، جیسے: چوری کرنا، گانا گانا، نوحہ کرنا، وغیرہ۔ لیکن اگر ماں کے فسق وفجور کی وجہ سے بچہ کے ضیاع کا اندیشہ نہ ہوتو اس صورت میں حق حضانت ساقط نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ مطلقاً فسق سے حقِ حضانت ساقط نہ ہوگا۔

أو فاجرة فجوراً يضيع الولد به كزنا وغناء وسرقة ونياحة كما فى البحر والنهر بحثاً.. قوله (كما فى البحر والنهر بحثاً) قال فى البحر: و ينبغى أن يكون المراد بالفسق فى كلامهم الزنا المقتضى لاشتغال الأم عن الولد بالخروج من المنزل ونحوه لامطلقة الصادق بترك الصلاة، لماسيأتى أن الذمية أحق بولدها المسلم مالم يعقل الأديان فالفاسقة المسلمة أولى قال فى النهر: وأقول فى قصره على الزنا قصور إذ لو كانت سارقة أو مغنية أو نائحة فالحكم كذالك وعلى هذا فالمراد فسق يضيع الولد به اه۔

والحاصل أن الحاضنة إن كانت فاسقة فسقاً يلزم منه ضياع الولد عندها سقط حقها، وإلا فهى أحق به إلى أن يعقل فينزع كالكتابية. (شامى: ۵/ ۲۵۳)

(۵)ارتداد

یعنی خدانخواستہ کوئی مسلمان عورت، کافر، شیعہ یا قادیانی ہو جائے یا کوئی

دوسرا مذہب اختیار کرلے یا کوئی ایسا کلام یا کام کرلے جس سے اسلام جاتا رہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک یہ دوبارہ اسلام قبول نہ کرلے اس وقت تک اس کو قید میں رکھا جائے گا اور اس کی پٹائی بھی ہوتی رہے گی، اب اس حال میں یہ بچہ کی دیکھ بھال نہیں کرسکتی، اس لیے بچہ اس سے لے لیا جائے گا، لہٰذا اگر دوبارہ اسلام قبول کرلیتی تو قید سے رہا کرکے بچہ اس کو سپرد کردیا جائے گا۔

تثبت للأم ولو بعد الفرقة إلا أن يكون مرتدة فحتى تسلم لأنها تحبس قوله : (لأنها تحبس) أى تضرب فلا تتفرغ للحضانة ۔(بحر) (شامی:۲۵۳/۵)

(۶) کثرت خروج واہمال

ماں کسب وغیرہ کی وجہ سے بکثرت گھر سے باہر نکلتی ہو، جس سے بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی وجہ سے بھی حق حضانت ساقط ہوجائے گا۔

أوغير مأمونة ذكره فى المجتبى بأن تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعاً قوله (بأن تخرج كل وقت الخ) المراد كثرة الخروج لأن المدار على ترك الولد ضائعاً والولد فى حكم الأمانة عندها ومضيع الأمانة لايستأمن۔(شامی: ۵/ ۲۵۴)

(۷) ماں بچہ کی پرورش پر اجرت طلب کرتی ہو اور اسی بچہ کی ذی رحم محرم عورت بچے کی پرورش مفت میں کرنے کو تیار ہے، مثلاً پھوپھی تو اس صورت میں بھی حق حضانت ساقط ہوجائیگا۔

وإذا كان الأب معسراً وأبت الأم أن تربى إلا بالأجرة وقالت

العمة أنا أربى بغير أجرة فإن العمة أولى هو الصحيح۔(عالمگیری: ١/٥٤٣)

وإن كانت أى المتبرعة بالحضانة محرماً للصغير فتقدم المتبرعة إذا كانت الأجرة فى مال الصغير أو كان الأب معسراً ۔(الفقة الاسلامى:٧/٦٩٤)

أو أبت أن تربيه مجاناً والحال أن الأب معسر والعمة تقبل ذلك أى تربيته مجاناً ولا تمنعه عن الأم قيل للأم اما أن تمسكيه مجاناً أو تدفعيه للعمة۔(شامى : ٥/ ٢٥٥)

بچہ کی پرورش کرنے پر ماں کا اجرت طلب کرنا

(۱)ماں اگر باپ کے نکاح میں ہو یا عدت میں ہو تو ماں کے لیے بچہ کی پرورش کرنے پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲)اگر ماں کی عدت مکمل ہوگئی تو اب اگر ماں بچہ کی پرورش پر اجرت طلب کرے تو ماں کو اس کا حق ہے، لہٰذا عدت کے مکمل ہونے کے بعد ماں کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

وتستحق الحاضنة أجرة الحضانة إذا لم تكن منكوحة ولامعتدة لأبيه فإذا كانت منكوحة أو معتدة لأبيه لم تستحق أجرة لا على الحضانة ولا على الإرضاع لوجوبها عليها ديانة۔(شامى : ٥/ ٢٥٩)

فإن أرادت أن تأخذ على ذلك أجرا فى صلب النكاح لم يجز

لهـا ذلك لأن الإرضـاع وإن لـم يـكن مستحقا عليها فى الحكم فهو مستـحـق فـى الفتوى ولايجوز أخذ الأجر على أمر مستحق۔(بدائع : ٤٥٦/٣)

وان استـأجرها وهى زوجته أو معتدته لترضع ولدها لم تجزلأن الارضـاع مستـحـق عـليهـا ديـانة قـال الـله تعالى والوالدات يرضعن أولادهـن الا انهـا عـذرت لاحتمال عجز ها فاذا أقدمت عليه بالاجر ظهرت قدرتها فكان الفعل واجبا عليها فلا يجوز أخذ الأجر عليه۔

وإن انـقـضـت عـدتها فاستأجرها يعنى لارضاع ولدها جاز لأن النكاح قد زال بالكلية وصارت كالاجنبية : هداية : ٢/ ٤٤٧)

(۳) ماں اگر بچہ کی پرورش پر اجرت طلب کرے اور کوئی اجنبی عورت مفت میں پرورش کرنے کے لیے تیار ہے، تو دیکھا جائے گا: اگر ماں اجرت مثل کا مطالبہ کرتی ہے تو بچہ ماں ہی کے سپرد کیا جائے گا نہ کہ اجنبیہ کو۔

لیکن اگر ماں اجرت مثل سے زیادہ کا مطالبہ کرتی ہے تو اس صورت میں بھی بچہ ماں ہی کے سپرد کیا جائے گا، لیکن ماں کو صرف اجرت مثل ہی دی جائے گی۔

وقـد سُئلتُ عن صغيرة لهاأم تطلب زيادة على أجر المثل وبنت عم تريد حضانتها مجاناً فأجَبْتُ بأنها تدفع للأم لكن بأجرالمثل فقط لأن تـلـك كـالأجنبية لاحق لها فى الحضانة أصلاً فلا يعتبر تبرعها ـ(شامى: ٢٥٦/٥)

وأن لـلأم أخـذ أجـرـة الـمثـل على الحضانة ولا تكون الأجنبية

المتبرعة بها أولى. (شامى: ٥ /٣٤٩)

أمـا الـمتبـرعة بالحضانة فان كانت غير محرم للصغير فلا تقدم على صاحبة الحق فى الحضانة۔(الفقه الاسلامى وأدلته: ٦٩٤/٧)

الأجـرة التى تستحقها الأم هى أجرة المثل وهى التى تقبل امرأة أخـرى أن ترضع الولد فى مقابلها وتقديرها متروك للقاضى فلو طلب الأم أكثـر من أجر المثل لا تجاب إلى طلبها۔(الفقه الاسلامى وأدلته : ٧ /٦٦٦)

(۴) اگر عورت ایسے بچہ کو دودھ پلانے پر اجرت طلب کرے جو اس کے شوہر کی دوسری بیوی سے ہے تو عورت کے لیے اس کی اجرت طلب کرنا ہر حال میں جائز ہے، خواہ وہ نکاح میں ہو یا عدت میں ہو یا مطلقہ ہو، اس لیے کہ عورت پر اس بچے کو دودھ پلانا ضروری نہیں ہے۔

ولـو استـأجـرهـا وهـى مـنكوحته أو معتدته لارضاع ابن له من غيرها جاز لأنه غير مستحق عليها ۔(هداية : ٢ / ٤٤٨)

لـو استـأجر منكوحته لإرضاع ولده من غيرها جاز من غير ذكر خـلاف لأنـه غيـر واجـب عـليهـا مـع أنـه فيه اجتماع أجرة الرضاع والنفقة فى مال واحد .(شامى : ٥ / ٣٤٨).

ماں اور اولاد کے مابین نفقہ کے احکام

(۱) ماں پر بچہ کا نفقہ: اگر باپ تنگ دست ہو اور ماں خوش حال ہو (وہ بچہ کا

نفقہ برداشت کرنے کی طاقت رکھتی ہو) تو ایسی حالت میں ماں کو ہی حکم دیا جائے گا کہ وہ بچہ کا نفقہ برداشت کرے، دیگر اقارب کی بہ نسبت اس ذمہ داری میں ماں کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور ماں بچہ پر جو خرچ کرے گی یہ سب باپ کے ذمہ دین ہوگا، لہٰذا جب باپ مالدار ہو جائے تو ماں نے بچہ پر جو بھی خرچ کیا ہے، وہ سب باپ سے وصول کر لیگی، اس لیے کہ نفقہ کی اصل ذمہ داری باپ پر ہے اگر چہ باپ تنگ دست ہو اور ماں نے قاضی کے حکم سے باپ پر واجب نفقہ خرچ کیا ہے، لہٰذا وصول کرے گی۔

فان كان الأب معسرا والأم موسرة أمرت أن تنفق من مالها على الولد ويكون ديناً على الأب إذا أيسر ترجع عليه لأن نفقه الولد الصغير على الأب وان كان معسراً كنفقة نفسه فكانت الأم قاضية حقا واجباً عليه بأمر القاضى فترجع عليه إذا أيسر كما إذا أدت بأمره۔ (احكام الصغار: ٨٢)

الأم أولى بالتحمل من سائر الأقارب حتى لو كان الأب معسرا والأم موسرة واللصغير جد موسر تؤمر الأم بالانفاق من مال نفسها ثم ترجع على الأب ولا يؤمر الجد بذلك۔ (عالمگيرى : ٥٦٢/١)

(۲) بیٹے پر ماں کا نفقہ: اگر ماں محتاج ہو تو ایسی صورت میں بیٹے پر ماں کا نفقہ لازم ہے اگر چہ بیٹا تنگ دست ہو۔

والأم إذا كانت فقيرةً فانه يلزم الابن نفقتها وإن كان معسراً

وھی غیر زمنۃ. (ھندیہ : ۱/ ۶۷۰)

(۳) بیٹا اگر ابوین میں سے فقط ایک کے نفقہ پر قادر ہو: اگر لڑکا والدین میں سے کسی ایک کا نفقہ برداشت کرنے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں ماں زیادہ حق دار ہے، یعنی بیٹا ماں کا نفقہ اٹھائے گا نہ کہ باپ کا۔

وإذا کان الابن یقدر علی نفقۃ أحد أبویہ ولا یقدر علیھما جمیعاً فالأم أحق. (ھندیہ : ۱/ ۶۷۰)

کسب معاش پر قادر والدین کا نفقہ اولاد پر لازم ہے یا نہیں؟

اگر والدین کسب معاش پر قادر نہ ہوں اور ضرورت مند بھی ہوں تو ایسی صورت میں اولاد پر ان کا نفقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر والدین کسی قدر کسب معاش پر قادر ہیں اور ضروت مند بھی ہیں، اور اولاد خوش حال ہونے کے ساتھ اچھی طرح کمانے پر بھی قادر ہیں تو ایسی حالت میں: امام شمس الائمہ سرخسی اور امام شمس الائمہ حلوانی کے درمیان اختلاف ہے:

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ باپ کے کسب معاش پر قادر ہونے کے باوجود بیٹے کو باپ کا خرچہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

اس کے برخلاف شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ باپ اگر کسب معاش پر قادر ہو تو بیٹے کو باپ کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ بیٹے کو اختیار دیا جائے گا۔ شمس الائمہ حلوانی کی رائے کی مطابق یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیٹا چاہے تو نفقہ ادا کرے اور چاہے تو باپ کو کسب معاش پر مجبور کر سکتا ہے۔

لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باپ کسی قدر کسب معاش پر قادر ہوتو بھی باپ کو کسب معاش پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔حضرت عائشہؓ کی روایت کی وجہ سے شمس الائمہ سرخسی کی بات زیادہ راجح ہے اور یہی مفتی بہ قول معلوم ہوتا ہے،اور یہی ظاہر الروایۃ بھی ہے کہ اگر والدین کسب معاش پر قادر ہوں تو بھی اولاد کو والدین کے لیے کسب معاش پر مجبور کیا جائے گا۔

عن عائشةؓ قالت : قال رسول الله ﷺ ان أولادكم هبة الله لكم (يهب لمن يّشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور) فهم و أموالهم لكم إذا احتجتم اليها(السنن الكبرى للبيهقى : ٨ / ١١٥)

عن عائشةؓ قالت : قال رسول الله ﷺ إن أطيب ما اكلتم من كسبكم وان اولادكم من كسبكم ـ(ترمذى شريف: ١/ ٢٥٢)

ثم يفرض على الابن نفقة الأب إذا كان الأب محتاجًا والابن موسرًا سواء كان الأب قادرا على الكسب أولم يكن، وذكر شمس الأئمة السرخسى فى شرح أدب القاضى للخصاف أن الأب إذا كان كسوبًا والابن ايضا كسوب يجبر الابن على الكسب فى نفقة الأب، وذكر شمس الأئمة الحلوانى فى شرح أدب القاضى للخصاف أنه لا يجبر الابن على نفقة الأب إذا كان الأب قادرًا على الكسب واعتبره بذى الرحم المحرم فانه لايستحق النفقة فى كسب قريبه ولا على قريبه الموسر إذا كان هو كسوبًا وفى الفتاوى الخلاصة : وفى الاصل إذا كان الأب والابن معسرين لاتجب على احدهما نفقة الآخر۔(

الفتاوی تاتارخانیه:٥ / ٤٢٥)

تجب على الموسر نفقة أبويه و أجداده و جداته سواء كانوا قادرين على الكسب أو لا قيل هو ظاهر الرواية وقال الحلوانى الابن الكاسب لايجبر على نفقة الأب الكاسب لأنه كان غنياً باعتبار الكسب فلاضرورة فى إيجاب النفقة على الغير وفى الفتح يجبر الموسر على نفقة أحد من قرابته إذا كان رجلا صحيحًا وان كان لايقدر على الكسب الافى الوالد خاصة۔(مجمع الأنهر : ٢ / ١٩٥)

واستدل شمس الأئمة السرخسى فى شرح الكافى بقوله تعالى : (فلا تقل لهما أف۔(الاسراء : ٣٢) وقال : نهى عن التأفيف يعنى الأذى، ومنع الأذى فى منع النفقة على حاجتها أكثر، ولهذا يلزمه نفقتهما وإن كانا قادرين على الكسب ؛ لأن معنى الأذى فى الكد والتعب أكثر منه فى التأفيف وقال عليه السلام : ان أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وان ولده من كسبه، فكلوا من كسب أولادكم۔(البناية : ٥ / ٧٠٠)(فتاوى قاسميه:٢٤/ ٣٣١)

كتاب الجنايات

ماں بیٹے کے درمیان قصاص کا حکم

(۱) ماں اگر اپنے بچے کو قتل کردے تو اس کی وجہ سے ماں کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔اسی طرح اگر نانی اپنے نواسے کو اور دادی اپنے پوتے کو قتل کردے تو

ماں کی طرح ان سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، قتل چاہے عمداً ہی کیوں نہ ہو۔

وأما الذى يرجع إلى المقتول فثلاثة أنواع :

أحدها أن لايكون جزء القاتل حتى لوقتل الأب ولده لاقصاص عليه وكذالك الجد أب الأب أوأب الأم وإن علاو كذلك إذا قتل الرجل ولد ولده وإن سفلو وكذا الأم إذا قتلت ولدها أو أم الأم أو ام الأب إذا قتلت ولد ولدها والأصل فيه ماروى عن النبى ﷺ أنه قال لايقاد الوالد بولده واسم الوالد والوالد يتناول كل والد و ان علا وكل ولد وان سفل ـ(بدائع : ٦/ ٢٧٤)

أن لا يكون المقتول جزء القاتل حتى لو قتل الأب ولده عمدا بأى طريق من طرق القتل لا قصاص عليه وكذالك الجد أب الأب أو أب الأم وإن علا وكذلك إذا قتل الرجل ولد ولده وإن سفلو وكذا الأم إذا قتلت ولدها أو الجدة أم الأم أو أم الأب إذا قتلت ولد ولدها (الجنايات فى الفقه الاسلامى:٩٥)

ولايقتل الرجل بابنه والجد من قبل الرجال والنساء وان علا فى هذا بمنزلة الأب وكذا الوالدة والجدة من قبل الأب والأم قربت أو بعدت ـ(عالمگیری: ٤/٦ /موسوعة الفقهية : ٣٣/ ٢٦٧/ الفقه الاسلامى وأدلة : ٦/ ٢٥١)

(۲) اگر بچہ اپنی ماں کو قتل کردے تو بچہ سے قصاص لیا جائے گا۔

وأتفق الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة على أنه يقتل الولد

بقتل والديه أوأحدهما لعمومات القصاص من غير فصل.(الجنايات فى الفقه الاسلامى: ٩٦)

ويقتل الولد بالوالد لعمومات القصاص من غير فصل ثم خص منها الوالد بالنص الخاص فبقى الولد داخلا تحت العموم .(بدائع : ٢٧٥/٦)

وأما ان قتل الابن أباه أو أحد أصوله فاتفق العلماء على أنه يقتص منه لعموم الآيات القرآنية والأحاديث النبوية الدالة على وجوب القصاص من القاتل ولأن منطق القياس يقضى بذلك اذ أن الأب أعظم حرمة وحقا من الشخص الاجنبى فاذا قتل القاتل باعتدائه على الأجنبى فبالاعتداء على الأب أولى بل إن قتل الابن لأبيه فيه تهمة واضحة وهو استعجال الوصول إلى المنافع وأخذ الميراث وأما محبة الابن للأب فهى مشوبة بتهمة المنفعة وتحقيق مصلحة نفسه۔(الفقه الاسلامى وأدلته: ٩١٨/٩)

ويقتل الولد بالوالد والوالدة والجد وان علا والجدة وان علت من قبل الآباء أو الأمهات كذا فى فتاوى قاضيخان.(عالمگيرى : ٦/ ٤ ،بحر الرائق:٨/ ٢١)

بیٹے سے والدین کا قصاص لینے اور والدین سے بیٹے کا قصاص نہ لینے کے حکم میں فرق بیان فرماتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دو وجوہات ذکر فرمائی ہیں:

(۱) اولاد پر والدین کی شفقت اوران کی طرف میلان بے حد ہوتا ہے لہٰذا والدین کے اولاد کو قتل کرنے میں دو احتمال ہیں: (۱) یہ کہ انہوں نے عمداً قتل نہ کیا ہو، اگر چہ ظاہر میں یہ نظر آتا ہو کہ عمداً قتل کیا ہے، پس یہ قتل درحقیقت قتلِ خطا ہے۔ (۲) یہ کہ در پردہ کوئی ایسی وجہ موجود رہی ہو جس سے قتل جائز ہو گیا ہو اس صورت میں قتلِ خطا بھی نہ رہا، نیز یہ علامات شبہِ عمد کی علامات سے کم تر نہیں، کیوں کہ شبہِ عمد میں جس آلہ سے قتل کیا جاتا ہے وہ صالح للقتل نہیں ہوتا، اس لیے قاتل سے قصاص نہیں لیا جاتا، پس یہاں پر بھی قصاص مرتفع ہو جائے گا کیوں کہ ابوّت اور شفقت کی دلالت اس سے کم نہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ والدین اولاد کے ظاہری وجود کا سبب ہیں، لہٰذا اولاد ان کے عدم کا سبب نہیں بن سکتی، یہ کفرانِ نعمت ہے کہ والدین نے اولاد کو وجود بخشا اور اولاد نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا، لہٰذا اولاد کو والدین کے قصاص میں قتل کیا جائے گا، لیکن والدین کو اولاد کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

وقال ﷺ ’لا یقاد الوالد بالولد“

اقول السبب فی ذلك أن الوالد شفقته وافرة وحدبه عظیم فاقدامه علی القتل مظنة : (أ) أنه لم یتعمده وان ظهرت مخایل العمد۔ (ب) أو كان لمعنىً أباح قتله.

ولیست دلالة هذه أقل من دلالة استعمال مالا یقتل غالباً علی أنه لم یقصد ازهاق الروح۔(حجة الله البالغة : ۲ / ٤٦٧) (مكتبه

حجاز دیوبند)

وعلة التفريق بين الأب والابن فى هذا الحكم هو قوة المحبة التى بين الأب والابن الا أن محبة الأب غير مشوبة بشبهة مادية بقصد انتظار النفع منه فتكون محبته له أصلية لا لنفسه فتقتضيه بالطبيعة الحرص على حياته، أما محبة الولد لأبيه فهى مشوبة بشبهة انتظار المنفعة لأن ماله له بعد وفاة أبيه فلا يحرص عادة على حياته فتكون محبته لنفسه فقد يقتله۔(الفقه الاسلامى وأدلته: ٢٥٢/٦)

بیٹے کا ماں سے حق قصاص وصول کرنا

بیٹا اپنے ماں باپ سے قصاص وصول نہیں کرسکتا۔یعنی ماں باپ نے کسی کو عمداً قتل کیا اور مقتول کا قصاص لینے کا حق بیٹے کے پاس آجائے تو حقِ بنوت کی وجہ سے قصاص ساقط ہوجائے گا،البتہ دیت واجب ہوگی۔

اس مسئلہ کی بنیادی طور پر دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) بیٹے کے پاس حق قصاص دوسرے ولی کی طرف سے بطور میراث منتقل ہو۔جیسے شوہر نے اپنے خسر کو یا بیوی نے اپنے خسر کو قتل کردیا،تو حق قصاص پہلی صورت میں بیوی کو اور دوسری صورت میں شوہر کو ملے گا،البتہ قصاص وصول کیا جائے اس سے پہلے ان کا انتقال ہوجائے تو اب یہ حق قصاص بیٹے کی طرف منتقل ہوگا۔

ويسقط قود ورثه على أبيه أى أصله لأن الفرع لا يستوجب العقوبة على أصله وصورة المسأله فيما إذا قتل الأب أب امرأته مثلا و

لاوارث لـه غيـر هـا ثـم ماتت المرأة فإن ابنها منه يرث القود الواجب على أبيه فسقط لماذكرنا.(شامى : ١٠-١٧٧)

يسقط القصاص إذا كان ولى الدم هو وارث الحق فى القصاص كما إذا وجب القصاص لانسان فمات من له القصاص فورث القاتل القصاص كله أو بعضه أو ورثه من ليس له القصاص من القاتل وهو الابن ومثال كون وارث القصاص من ليس له القصاص من القاتل أن يقتل أحد الوالدين الوالد الآخر وكان لهما ولد (ذكر أو أنثى) فيسقط القصاص لأن الوالد هو صاحب الحق فيه ولا يجب للولد قصاص على والده بدليل أنه لوجنى الوالد على ولده وقتله لايقتص منه للحديث النبوى لايقاد الوالد بالولد فمن باب أولى لا يقتص للولد من الوالد إذا جنى الوالد على غير ولده۔(الفقه الاسلامى وأدلته:٢٧٦/٦)

وان ورث قصاصا على أبيه سقط لما ذكرنا أن الابن لايستوجب العقوبة على أبيه وصورة المسألة فيما إذا قتل الأب أخ امرأته ثم ماتت امرأته قبل أن يقتص به فان ابنه يرث القصاص الذى لها على أبيه فسقط لما ذكرنا كما إذا قتل امرأته وليس لها ابن الا أنها منه فيسقط القصاص۔(بحر الرائق:٢٢/٨)

(۲) بیٹے کے ماں باپ نے بیٹے کے کسی ایسے عزیز کو قتل کیا جس کا حق قصاص براہ راست بیٹے کو ملے، جیسے شوہر نے بیوی کو قتل کیا یا بیوی نے شوہر کو قتل کیا

جس کا حق قصاص بیٹے کو ملا، تو یہ حق قصاص بیٹا اپنے باپ سے اور ماں سے وصول نہیں کرے گا۔

وكما إذا قتل أحد الأبوين صاحبه ولهما ولد لم يجب القصاص لأنه لو وجب لوجب لولده ولا يجب للولد قصاص على والده لأنه اذا لم يجب بالجنابة عليه فلأن لايجب له بالجناية على غيره أولى (الجنايات فى الفقه الاسلامى: ۱۳۷)

وان ورث قصاصا على أبيه سقط بأن قتل الأب أم ابنه أو قتل الأب أخا لامرأته ثم ماتت امرأته قبل أن تقتص منه فان ابنها منه يرث القصاص الذى لها على أبيه سقط القصاص لحرمة الأبوة۔ (مجمع الأنهر: ۳۱٦/٤)

ولو كان فى ورثة المقتول ولد القاتل أوولد ولده وان سفل بطل القصاص وتجب الدية۔ (عالمگیری: ٦/٤)

مادون النفس جنایت کا قصاص

اگر ماں نے اپنے بچہ پر مادون النفس جنایت کا ارتکاب کیا، مثلاً اسکے بازو کاٹ دئے یا اسے زخمی کر دیا تو جس طرح جنایت فی النفس میں ماں سے قصاص نہیں لیا جاتا اسی طرح مادون النفس میں بھی ماں سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

أما الشرائط العامة فما ذكرنا فى بيان شرائط وجوب القصاص فى النفس من كون الجانى عاقلاً بالغًا متعمدًا مختارًا وكون المجنى عليه معصوما مطلقًا لايكون جزء الجانى ولا ملكه وكون الجناية

حاصلة على طريق المباشرة لما ذكرنا من الدلائل(بدائع : ٦/ ٣٧٠)

فيمتنع القصاص من الوالد لولده فيما دون النفس كالنفس لقول النبى ﷺ لايقاد الوالد بولده، هذا باتفاق المذاهب الاربعة حتى عند الامام مالك لأن الضرب عدوانا لا على وجه اللعب أو التأديب الذى ينشأ عنه جرح لاقصاص فيه عنده لأنه من الخطأ.
(الجنايات فى الفقه الاسلامى:٢٥٦) هكذا فى الفقه الاسلامى وأدلته : ٧/ ٣١٢)

بچہ کی وجہ سے ماں سے سزا کو مؤخر کرنا

اگر کسی حاملہ عورت نے کسی کے قتلِ نفس یا مادون النفس جنایت کا ارتکاب کیا تو جب تک وہ حاملہ عورت بچہ نہ جن دے اور وضع حمل کے بعد بچہ کو دودھ پلانے کی مدت مکمل نہ ہو جائے، اس وقت تک اس سے قصاص کو مؤخر کیا جائے گا؛ لیکن اگر کوئی عورت دودھ پلانے کے لیے مل جائے تو اس صورت میں اس عورت سے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قصاص لے لیا جائے گا۔

اتفق الجمهور على أنه لايجوز القصاص من حامل سواء أكانت حاملًا وقت الجناية أو حملت بعدها وسواء أكان القصاص فى النفس أو الطرف أما القصاص فى النفس فظاهر.

وأما مادون النفس فلخشية السراية إلى الجانى أو إلى غير الجانى وهو نفس معصوم فيؤخر القصاص إلى أن تضع حملها

وأرضعته إلى الفطام أو وجدت من ترضعه فيقتص قبل الفطام (الجنايات فى الفقه الاسلامى: ٢٦٧)

مزنیہ ماں سے حمل کی وجہ سے حد کو مؤخر کرنا۔

اگر عورت نے زنا کا ارتکاب کیا اور اس زنا کے سبب حمل ٹھہر گیا تو عورت پر حد جاری نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے۔ اسی طرح وضع حمل کے بعد اگر کوئی دوسری عورت بچہ کو دودھ پلانے اور اسکی دیکھ بھال کے لیے آمدہ نہ ہو تو دودھ پلانے کی مدت ختم ہونے تک عورت سے حد کو مؤخر کیا جائے گا؛ لیکن اگر کوئی دوسری عورت دودھ پلانے اور بچہ کی دیکھ بھال کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو عورت پر علی الفور حد قائم کردی جائے گی۔

والحامل إن ثبت زنا ها بالبينة تحبس حتى تلد وترجم إذا وضعت ولاتجلد مالم تخرج من نفاسها وإن لم يكن للمولود من يربيه لا ترجم حتى يستغنى عنها صيانةعن الهلاك۔(مجمع الأنهر: ٣٤٣/٢)

ويقام على الحامل بعد وضعها لا قبله أصلا بل تجس لوزنا ها ببينة فان كان حدها الرجم رجمت حين وضعها الا إذا لم يكن للمولود من يربيه حتى يستغنى قوله (لاقبله اصلا) أى سواء كان حدها الجلد والرجم كى لايؤدى إلى هلاك الولد لأنه نفس محترمة لاجريمة۔(شامى: ٢١/٦)

واذاثبت الزنا على المرأة وهى حامل فانه لايقام عليها الحد

سواء كان الحد جلداً أورجما فان وضعت مافى بطنها ينظر ان كان الحد رجما رجمت كما وضعت وذكر الخصاف فى أدب القاضى أنه إذا كان للولد من يرضعه ويقوم مصالحه رجمها فى الحال وان لم يكن للولد من يرضعه ويقوم بمصالحه ينظر فطام الولد وهكذا روى عن أبى حنيفةؒ وأبى يوسفؒ فان كان الحد جلداً لايقام عليها مالم تطهر من نفاسها ۔(تاتارخانيه:٦/٣٧٤)

قال الموفق لايجوز أن يقتص من حامل قبل وضعهاسواء كانت حاملا وقت الجناية أو حملت بعدها قبل الاستيفاء وسواء كان القصاص فى النفس أو فى الطرف أمافى النفس فلقوله تعالى﴿ فلايسرف فى القتل﴾ وقتل الحامل قتل لغير القاتل فيكون اسرافاً۔

وروىٰ ابن ماجة بسنده عن عبد الرحمن بن غنم قال ثنا معاذ بن جبل وابو عبيدة بن الجراح وعبادة بن الصامت وشداد بن اوس قالوا ان رسول الله ﷺ قال اذا قتلت المرأة عمدا لم تقتل حتى تضع مافى بطنها إن كانت حاملا وحتى تكفل ولدها وان زنت لم ترجم حتى تضع مافى بطنها وحتى تكفل ولدها وهذا نص ولان النبى ﷺ قال للغامدية المقرة بالزنا ارجع حتى تضعى مافى بطنك ثم قال لها ارجعى حتى ترضعيه ولان هذا اجماع من اهل العلم لانعلم بينهم فيه اختلافا۔(اوجز السالك: ٥/٤٥٩)

بچہ کی وجہ سے اسقاطِ حمل

(۱) شیر خوار بچہ کے ضعف کے اندیشہ سے ماں کا حمل ساقط کرانا۔

اسقاط حمل فی نفسہ ناجائز ہے، جہاں تک ممکن ہو اس حرکت سے بچنا چاہئے لیکن اگر کوئی سخت مجبوری پیش آجائے، مثلاً اگر دودھ پیتے بچہ کو حمل سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی وجہ سے حمل ساقط کرانے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ جنین میں روح نہ پڑی ہو یعنی حمل کو ایک سو بیس دن نہ گذرے ہوں، اگر یہ مدت (ایک سو بیس دن) گذر جائیں تو اب ماں کے لیے اسقاط حمل جائز نہیں ہے۔)

العلاج لاسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز وان كان غير مستبين الخلق يجوز. (هندية: ٥/ ٥٣٨)

وقالوا يباح اسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولوبلا اذن الزوج. (شامی: ٤/ ٣٣٥)

امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها وتخاف على ولدها الهلاك وليس لأبى هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج فى استنزال الدم مادام نطفة أو علقة لم يخلق له عضو وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوما أربعون نطفة وأربعون علقة وأربعون مضغة۔(هندية: ٥/ ٥٣٨)

ونقل عن الذخيرة : لو أرادت الالقاء قبل مضى زمن ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذلك أم لا ؟ اختلفوا فيه وكان الفقيه على بن

موسى يقول أنه يكره فان الماء بعدما وقع فى الرحم مآله الحياة فيكون له حكم الحياة كما فى بيضة صيد الحرم و نحوه فى الظهيرية قال ابن وهبان فاباحة الاسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لاتأثم اثم القتل و من الاعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبى الصبى ما يستأجره الظئر ويخاف هلاكه(شامى: ٣٣٦/٤)

امرأة مرضعة ظهر بها حبل و انقطع لبنها و يخاف على ولدها الهلاك وليس لأب هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر هل يباح لها أن تعالج فى اسقاط الولد قالو يباح مادام نطفة أو علقة أو مضغة لم يخلق له عضو لأنه ليس بآدمى و مدته بالأيام.

وفى الذخيرة و مدة استبانة الخلق و نفخ الروح مقدرة بمائة و عشرين يوما. (تاتارخانية : ١٨/ ٢٠٤)

(۲) بچوں کی تعلیم و تربیت یا پرورش میں مشقت کے خوف سے اسقاط۔

اگر ماں بچوں کی تعلیم و تربیت یا پرورش میں مشقت کے اندیشۂ محض سے حمل ساقط کرانا چاہے تو اس کی جازت نہیں ہے، ہاں اگر حمل کی وجہ سے دودھ منقطع ہونے یا کسی ایسی بیماری کا خطرہ درپیش ہو، جس کی وجہ سے پہلے سے موجود بچوں کی ہلاکت کا واقعی اندیشہ ہو تو اسقاط کی اجازت ہوگی۔

بچوں کے درمیان فاصلہ رکھنا

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ تعلیم و تربیت اور بہتر پرورش کے مقصد سے

بچوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا جائے اور اس کے لیے اگر عارضی مانع حمل کی تدبیر اختیار کی جائے تو اس کی گنجائش بھی ہے۔

فاباحة الاسقاط محمولة على العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل ومن الاعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل و ليس لأبي الصبي ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاكه۔(شامی ٤/ ٣٣٦)

قيل ذلك لايدل على حرمة العزل بل على كراهته إذ ليس في معنى الوأد الخفي لأنه ليس فيه ازهاق الروح بل يشبهه.(مرقاة ٦/٣٤٧:) کتاب النوازل(۲۴۹/۱۶)

منع حمل کے لیے ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہتے ہوئے حمل قرار نہ پائے، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ بلا عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، اور درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۱) عورت اتنی کمزور ہو کہ بارِ حمل کا تحمل نہیں کر سکتی۔

(۲) عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام میں ہے، جہاں اس کا مستقل قیام وقرار کا ارادہ نہیں، اور سفر کسی ایسے ذریعہ سے ہے کہ اس میں مہینوں لگ جاتے ہوں۔

(۳) زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہ ہونے کی وجہ سے علیحدگی کا قصد ہے۔

(۴) پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

(۵) یہ خطرہ ہو کہ فسادِ زمانہ کی وجہ سے بچے بد اخلاق اور والدین کی رسوائی

کا سبب ہوں گے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ فرماتے ہیں:

ماں کے لئے ہلاکت کا خطرہ ہو، ماں کی دماغی صحت یا جسمانی معذوری یا کسی اور شدید مرض کا اندیشہ ہو، ماں بچہ کی پرورش کے لائق نہ ہو، اور کوئی متبادل نہ ہو، بچہ کے شدید امراض میں ابتلاء کا امکان ہو، دو بچوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھنا مقصود ہو؛ یہ اور اس طرح کے اعذار ہیں کہ ان کی وجہ سے عارضی موانع کا استعمال درست ہے۔ اس لیے فقہاء نے اس سے کمتر امر مثلاً بچوں سے متوقع نافرمانی اور بدسلوکی کے خوف سے بھی عزل کی اجازت دی ہے۔ (قاموس الفقہ: ۴-۳۸۹)

قال العلامة الحصكفیؒ: (ويعزل عن الحرة) و كذا المكاتبة نهر (بـاذنهـا) لـكـن فـى الـخـانية انـه يباح فى زماننا لفساده قال الكمال فـليـعتبر عذرا مسقطا لاذنها، وقالوا يباح اسقاط الولد اربعة اشهر ولو بلااذن الزوج۔

وقـال العلامة ابن عابدينؒ: (قوله لكن فى الخانية) عبارتها على مـافـى البـحر وذكر فى الكتاب انه لا يباح بغير اذنها وقالوا فى زماننا يباح لسوء الزمان اه۔

(قوله قال الكمال) عبارته فى الفتاوى ان خاف من الولد السوء فـى الـحـرة يسـعـه الـعـزل بـغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله من الاعذار مسقطا لاذنها اه۔ فقد علم ممافى الخانية ان منقول المذهب

عـدم الاباحة وان هذا تقييد من مشايخ المذهب لتغير بعض الاحكام بتـغيـر الـزمـان واقـره فـى الـفتـح وبه جزم القهستانى ايضا حيث قال وهـذااذالـم يخف على الولد السوء لفساد الزمان والا فيجوز بلااذنها اهـ۔

(تـنبيـه) اخـذ فـى الـنهر من هذا ومما قدمه الشارح عن الخانية والـكـمـال انـه يـجوز لها سدفم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بـحثـه فـى البـحـر من انه ينبغى ان يكون حراما بغير اذن الزوج قياسا عـلـى عزله بغير اذنها قلت لكن فى البزازية له منع امرأته عن العزل اهـ۔ نـعـم الـنـظـر الـى فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين فما فى البحر مبنى على ماهو اصل المذهب وما فى النهر على ماقاله المشايخ والله الموفق۔ (رد المحتار: ۳۸۰/۲)

کتاب الحدود

ماں کے ساتھ نکاح اور وطی کے سبب حدِ زنا

(۱) اگر کسی شخص نے اپنی ماں سے عقد نکاح کیا پھر اسی عقد میں اس نے ماں کے ساتھ وطی بھی کر لی دراں حالیکہ وہ اس نکاح کی حرمت کو جاننے والا تھا تو جمہور ائمہ (ائمہ ثلاثہ اور صاحبین) کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی۔ امام صاحب کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی، اگرچہ وہ یہ جانتا ہو کہ ماں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ البتہ سیاستاً اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی؛ اور اگر وہ حکم سے ناواقف ہو اور اس حرمت کو نہ جانتا ہو تو امام صاحب کے نزدیک نہ تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور نہ ہی تعزیراً سزا دی جائے گی، اس مسئلہ میں صاحبین اور جمہور کا قول راجح ہے اور فتویٰ بھی ان ہی کے قول پر ہے۔

ولا حد أيضا بشهبة العقد أى عقد النكاح عنده أى الامام كوط محرم نكحها وقالا إن علم الحرمة حد وعليه الفتوى قلت أى الشامى وهذا هو الذى حرره فى فتح القدير وقال ان الذين يعتمد على نقلهم وتحريرهم كابن المنذر ذكروا أنه انما يحد عند هما فى ذات المحرم لافى غير ذلك كمجوسية وخامسة ومعتدة وكذا عبارة الكافى للحاكم تفيده حيث قال تزوج امرأة ممن لايحل له نكاحها فدخل بها لاحد عليه وإن فعله على علم لم يحد ايضا ويوجع عقوبة فى قول أبى حنفية وقالا إن علم بذلك فعليه الحد فى ذوات المحارم

قوله (وقالا الخ) مدار الخلاف على ثبوت محلية النكاح للمحارم و عدمه فعنده هى ثابتة على معنى أنها محل لنفس العقد... و نفياها على معنى أنها ليست محلا لعقد هذا العاقد فلم يورث شبهة وتمامه فى الفتح والنهر قوله(ان علم الحرمة حد) أما إن ظن الحل فلا يحد بالاجماع ويعزر كما فى الظهيرية وغيرها۔ (شامى: ٦/ ٣٣)

واذا تزوج امرأة لايحل له نكاحها بان تزوج أمه أوذات رحم محرم منه أو منكوحة الغير أو معتدة الغير أو مطلقة ثلاثا أجمعوا أنه إذا قال علمت أنها تحل لى أنه لايحد ولكنه يعزر وأما إذا قال علمت أنها على حرام قال أبو حنيفة لاحد عليه ولكنه يعزر وقال أبويوسف ومحمد والشافعى رحمهم الله بأنهما يحدان إذا علما بالحرمة وفى الواقعات قال الفقيه أبو الليث وبه نأخذ وفى السراجية وعليه الفتوى۔(تاتارخانيه: ٣٦١/٦)

حدقذف

اگرکسی شخص نے دوسرے کی ماں پرتہمت لگائی تواگرتہمت لگانے کے وقت اس کی ماں زندہ ہےتو خصومت کاحق اسی عورت (ماں) کو ہے کہ وہ تہمت لگانے والے پرحدقذف جاری کرانے کامطالبہ کرے۔

اوراگراس وقت ماں زندہ نہیں تھی،تو بیٹے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ماں پرلگی ہوئی تہمت کی حد(حدقذف) کا مطالبہ کرے، کیوں کہ اس صورت میں در

حقیقت ماں پر تہمت کی عار بیٹے کو لاحق ہوئی ہے۔

اور اگر تہمت کے وقت ماں زندہ تھی، اور ماں کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ ہو اس سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں قاذف پر حد قذف جاری کروانے کا بیٹے کو حق نہ ہوگا، کیوں کہ احناف کے یہاں حد قذف میں میراث جاری نہیں ہوتی، اور مقذوف کی موت سے حد قذف باطل ہو جاتی ہے۔

المقذوف إما أن يكون حيا وقت القذف واما أن يكون ميتًا فان كان حيا فلا خصومة لأحد سواه ولو كان ولدا أو والدا له سواء أكان حاضراً أم غائباً لأنه إذا كان حيا وقت القذف كان هو المقذوف صورة و معنى بالحاق العار به فكان حق الخصومة له.

وأما إذا كان المقذوف ميتا فإن حق الخصومة للوالد و إن علا و للولد وان سفل لأن معنى القذف وهو الحاق العار عائد إلى الأصل و الفرع لوجود الجزئية بالنسبة للفرع والبعضية بالنسبة للأصل وقذف الانسان يكون قذفاً لأجزائه فكان القذف لاحقا بهم من حيث المعنى وأما الميت فلا يرجع اليه معنى القذف لأنه ليس بمحل لالحاق العار به فإذا كان المقذوف حيا ثم مات فليس لأحد من هؤلاء حق الخصومة لأنه حد لايورث كما عرفناه. (الفقه الاسلامى وأدلته :٨٤/٦) (مكتبه حقانيه پاكستان)

وانما يطلبه اى الحد بقذف الميت من يقع القدح فى نسبه بسبب قذفه أى الميت وهم الأصول والفروع وان علوا أو سفلوا

ولو كان الطالب محجوبا أومحروما من الميراث بقتل أو رق أو كفر. (شامی :٦/ ٨٩)

ولو قال لرجل يا ابن الزانى والزانية يكون قذفا لأبيه وأمه ان كانا حيين كان طلب الحد لهما وان كانا ميتين فطلب الحد يكون له كذا فى فتاوىٰ قاضيخان.(هنديه :٢/ ٢١٥/تاتارخانيه : ٦/ ٣٩٦)

ويحد بقذف الميت المحصن ان طالب به الوالد أو ولده ولو محروما عن الارث (ويحد بقذف الميت المحصن) أولميت المحصنة (ان طالب به الوالد) أوجده وان علا والتقييد بالوالد اتفاقى اذ الأم كذلك (أو الولد أو) ولد(ولده) وان سفل والأولىٰ أن يقول ان طالب به الأصول والفروع وان علوا أو سفلو لأن العار يلحق بهم فيكون القذف متناولا لهم معنى۔(مجمع الانهر: ٢/ ٣٦٧) هكذا فى كتاب الفقه على المذاهب الأربعة : ٥ / ٢٠٢)

تہمت کے سبب ماں بیٹے کے درمیان حدقذف کا حکم

اگرکوئی شخص اپنی ماں پر تہمت لگائے تو اس کی وجہ سے اس پر حدقذف جاری کی جائے گی۔

(۲)لیکن اگر ماں اپنے بچہ پر تہمت لگائے تو ماں پر حدقذف جاری نہیں کی جائے گی۔

رجل قذف ولده أو ولد ولده لاحد عليه وإن قذف أباه أو أمه أو أخاه أو عمه حد۔(تاتارخانيه: ٦/ ٣٩٥)

وليس للولد أن يطالب بحد القذف إذا كان القاذف أباه وجده وان علا ولا أمه ولا جدته كذا فى الايضاح وإن قذف أباه أوأمه أو أخاه أوعمه فعليه الحد۔(هنديه: ۲/ ۲۱۷)

وأما الذى يرجع إليهما جميعا فواحد وهو أن لايكون القاذف أب المقذوف ولاجده وان علا ولا أمه ولاجدته وان علت فان كان لاحد عليه لقول اللّٰه تعالى ﴿ولا تقل لهماأف﴾ والنهى عن التأفيف نصاً نهى عن الضرب دلالة ولهذا لايقتل به قصاصًا ولقوله تبارك وتعالى:﴿ وبالوالدين احسانا ﴾والمطالب بالقذف ليس من الاحسان فى شيى فكان منفيا بالنص ولأن توقير الأب واحترامه واجب شرعا وعقلا والمطالبة بالقذف للجد ترك التعظيم والاحترام فكان حراما واللّٰه سبحانه وتعالى الموفق.(بدائع : ۵/ ۵۰۰)

حد سرقہ

چوری اسلام کی نظر میں برا فعل ہے۔قرآن کریم نے جس طرح زنا وغیرہ کی حد کو بیان کیا ہے اسی طرح سرقہ (چوری) کی حد کو بھی بیان کیا ہے۔

والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم ۔(سورۂ مائدہ : ۳۸)

کتاب وسنت نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے جو غایت درجہ عادلانہ اور حکیمانہ سزا ہے۔حدود کے سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ ادنی شبہ پائے جانے کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے، اولاد اور والدین کا ایک دوسرے کے مال میں

چوری کرنا بھی ایسے شبہ کا حکم رکھتا ہے جس سے حد سرقہ ساقط ہو جاتی ہے۔

ولایقطع بسرقة مال الولد وإن سفل لأن له تأويل الملك أو شبهة الملك لقوله عليه الصلاة والسلام " أنت ومالك لأبيك" وكذا لايقطع بسرقة مال الأصل كالأب والجد وإن علا لوجود المباسطة فى الدخول فى الحرز أى أنه لايقطع بسرقة من عمودى نسبه۔(الفقه الاسلامى: ٦/ ٦٩)

(۱) اگر بیٹا ماں کی کوئی چیز چرالے تو اسکی وجہ سے بیٹے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۲) اسی طرح اگر ماں اپنے بیٹے کی کوئی چیز چرالے تو ماں کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

(۳) ایسے شخص کا مال چوری کرنے سے جو ذی رحم محرم ہوں، حد سرقہ جاری نہ ہوگی، جیسے سوتیلی ماں کا مال چرانا، داماد کا مال چرانا، خسر کا مال چرانا وغیرہ۔

ولايقطع السارق من امرأة أبيه وزوج ابنته وابن امرأته وأبويها استحساناً۔(شامى: ٦/ ١٦١)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لاقطع فى سرقة الوالد من مال ولده وان سفل لأن للسارق شبهة حق فى مال المسروق منه فدرئ الحد وذلك لقوله ﷺ لمن جاء يشتكى أباه الذى يريد أن يحتاج ماله أنت ومالك لأبيك واللام هنا للإباحة لاللتمليك فان مال الولد له وزكاته عليه وهو مورث عنه ذهب جمهور الفقهاء (الحنفية

والشافعية والحنابلة) إلى أنه لاقطع فى سرقة الولد من مال أبيه وان علا۔ (موسوعة الفقهية : ٢٤/ ٣٠٠)

ومن سرق من أبويه أو ولده أوذى رحم محرم منه لم يقطع فالاول وهو الولاد للبسوطة فى المال وفى الدخول فى الحرز والثانى للمعنى الثانى ولهذا أباح الشرع النظر إلى مواضع الزنية الظاهرة منها۔(هداية: ٥٢٩/٢)

ومن سرق من أبويه أو ولده أوذى رحم محرم منه لم يقطع۔
(مختارات النوازل: ٢/ ٢٩٤)

رضاعی ماں کا مال چوری کرنے پر حد سرقہ

اگر حقیقی ماں کے بجائے کسی نے رضاعی ماں کی کوئی چیز چرالی تو اس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وإن سرق من أمه من الرضاع أو أخته من الرضاع قطع وفرق أبويوسف فى الأم قال لايقطع وفى الأخت يقطع۔(فتاوى النوازل:٢٦٣)

ولو سرق من ذى رحم محرم، لارحم له بسبب الرضاع فقد قال أبوحنيفة و محمد رحمهم الله يقطع الذى سرق ممن يحرم عليه من الرضاع كائنا من كان وقال ابو يوسفؒ إذا سرق من أمه من الرضاع لايقطع، وجه قوله أن المباسطة بينهما فى الدخول ثابتة عرفاً وعادةً فان الانسان يدخل فى منزل أمه من الرضاع من غير اذن كما يدخل

فی منزل أمه من النسب بخلاف الأخت من الرضاع ولهما أن الثابت بالرضاع ليس إلا الحرمة المؤبدة وانها لاتمنع وجوب القطع كما لو سرق من أم موطوئته ولهذا يقطع فی الأخت من الرضاع۔(بدائع: ٢١/٦)

أما كونه لا يقطع عند البعض فهو قول أبی يوسف و علی قولهما يقطع و هو المختار بظاهر الرواية . وقد تقدم السارق فی باب السرقة لأن الحرز فی حقهم كامل . (بحر الرائق : ٨-٣٥٦)

كتاب التعزير

تعلیم یا تادیب میں ماں کی مار سے بچہ کی موت

(۱) والدین میں سے جو بھی اپنے بچہ کو تعلیم کی وجہ سے مارے اور اس مار کے سبب بچہ مر جائے تو اس کی وجہ سے والدین پر ضمان نہیں آئے گا۔

بطور تادیب مارنے میں تو اگر باپ نے مارا ہے اور اسکی وجہ سے بچہ مر جائے تو باپ ضامن نہیں ہوگا اور اگر ماں کے مارنے سے بچہ مر گیا تو ماں پر ضمان آئے گا؛ اس لیے کہ ماں کے لیے بچہ کو تادیباً مارنے کی اجازت نہیں ہے۔

وفی القنية له اكراه طفله علی تعلم قرآن وأدب وعلم لفرضيته علی الوالدين وله ضرب اليتيم فيما يضرب ولده وأفاد أن الأم كالأب فی التعليم بخلاف التأديب كما ياتی.

وضمان الصبی إذا مات من ضرب أبيه أووصيه تأدیباً أی

للتأديب عليها أى على الأب والوصى لأن التأديب يحصل بالزجر والتعريك وقالا لايضمن لو معتادًا وأما غير المعتاد ففيه الضمان اتفاقا قوله من ضرب أبيه أو وصيه قيد بهما لأن الأم إذا ضربت للتأديب تضمن اتفاقًا وبقوله تأديبا اذ لو ضربه كل منهما للتعليم لايضمن اتفاقا.

ولو ضرب ابنه الصغير تأديبًا إن ضربه حيث لايضرب للتأديب أو فوق مايضرب للتأديب فعطب فعليه الدية والكفارة واذا ضربه حيث يضرب للتأديب ومثل مايضرب للتأديب فكذالك عند أبى حنيفة وقالا لاشئ عليه وقيل رجع إلى قولهما وعلى هذا التفصيل والوالدة إذا ضربت ولدها تأديباً لاشك أنها تضمن على قوله وعلى قولهما اختلاف المشائخ. (شامى: ١٠/ ٢١٩-٢٢٠-٢٢١)

وأما إذا ضرب الأب ولده تأديباً أو ضرب الزوج زوجته أو المعلم إذا ضرب الصبى تأديبا فتلف من التأديب المشروع فان أبا حنيفة والشافعى قالا فى هذه الحالات أنه يجب الضمان ودليلهما عرفناه فى الحالة السابقة ولأنه تأديب مباح فيتقيد بشرط السلامة كالمرور فى الطريق ونحوه وقال مالك و أحمد والصاحبان لاضمان عليه فى هذه الحالات لأن التأديب فعل مشروع للزجر والردع فلا يضمن التالف به كما فى الحدود.

التعزير كالحدود منوط بالامام وليس لأحد حق التعزير الا

لثلاثة الأب والسيد والزوج أما الأب فله تأديب ولده الصغير وتعزيره للتعلم والتخلق بالأخلاق الفاضلة وزجره عن سيئها وللأمر بالصلاة والضرب عليها عند الاقتضاء والأم مثل الأب فى أثناء الحضانة والكفالة وليس للأب تعزير البالغ وان كان سفيها۔(الفقه الاسلامى وأدلته : ٦/ ١٩٨)

يجوز للأب والأم ضرب الصغير والمجنون زجرا لهما عن سيئ الأخلاق واصلاحاً لهما(موسوعة الفقهية: ٦/ ٢٦١)

بیٹے پر زیادتی اور ظلم کرنے پر ماں کو سزا دی جاسکتی ہے ؟

اس کے متعلق حد قذف اور حد سرقہ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ حد جاری نہیں کی جائے گی؛ لیکن مادون الحد کوئی تعزیر ماں پر بیٹے کے حق کی وجہ سے نافذ کی جائے گی یا نہیں؟ مثلا ماں نے بیٹے پر تہمت لگائی اور حق بنوت کی وجہ سے حد جاری نہ کی جائے، مگر ایسے جرم میں ماں پر کوئی دوسری تعزیر جاری ہوگی یا نہیں؟ یا مثلا سب وشتم کے ایسے الفاظ کہے جس سے تعزیر واجب ہوتی ہے تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں درمختار میں ہے کہ حد قذف ساقط ہونے کے باوجود تعزیر ہوگی اور سب وشتم کی وجہ سے بھی تعزیر ہوگی۔

ولا يطالب ولد وعبد أباه وسيده بقذف أمه الحرة المسلمة وإذا سقط عنه الحد عزر بل بشتم ولده يعزر ۔(شامى : ٦/ ٩٢)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

قوله (عزر) ذكره فى النهر بحثا أخذاً مما فى القنية لوقال لآ خر يا حرام زاده لايحد ولو قاله الوالد لولده يعزر فاذا وجب التعزير بالشتم فبالقذف أولى.

یعنی بیٹے کو گالی دینے سے باپ پر تعزیر ہے تو قذف کی وجہ سے بھی تعزیر آئے گی، بھلے حد ساقط ہو جائے۔

پھر علامہ شامی نے نہر کے حوالہ سے صاحب بحر پر اعتراض اور اس پر صاحب نہر کا منع ذکر کیا ہے، اور اپنی طرف سے منع کی توجیہ بھی کی ہے۔ اور اس کے بعد پھر صاحب بحر کی تائید میں ایک توجیہ پیش کی ہے اور اخیر میں اس کی تردید میں ایک توجیہ کر کے صاحب نہر کی تائید کی ہے۔ پوری بحث اس طرح ہے:

باپ اور ماں کو تعزیر کے متعلق بحر کا اعتراض:

فقوله فى البحر وفى نفسى منه شيئ لتصريحهم بأن الوالد لايعاقب بسبب ولده فاذاكان القذف لايوجب عليه شيئ فالشتم أولى

یعنی بقول صاحب بحر: فقہاء نے صراحتاً لکھا ہے کہ الوالد لایعاقب بسبب ولده اور جب قذف کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا تو شتم کی وجہ سے بدرجہ اولی کچھ واجب نہ ہوگا۔

صاحب بحر کی اس عبارت پر صاحب نہر نے لکھا ہے: ممنوع

اور اس کی توجیہ علامہ شامی نے پیش کی ہے کہ:

ووجه المنع أن الأولوية بالعكس كما علمته ولا يلزم من

سقوط الحد بالقذف سقوط التعزير به لسقوط الحد بشبهة الأبوة لكون الغالب فيه حق الله تعالى بخالف التعزير ولأنه لايلزم من سقوط الأعلى سقوط الأدنى۔

یعنی حد اور تعزیر میں جاری ہونے اور نہ ہونے میں اولویت کا قاعدہ برعکس ہے اور یوں کہا جائے گا کہ اعلی یعنی حد قذف کے ساقط ہونے سے ادنی یعنی تعزیر بھی ساقط ہو یہ ضروری نہیں۔ اور حد قذف حق اللہ ہے جو شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے جبکہ تعزیر حق العبد ہے وہ کیوں کر ساقط ہو؟

صاحب بحر پر صاحب نہر کے منع کی اس توجیہ و تفصیل کے بعد پھر علامہ شامی صاحب بحر کی تائید میں ایک اعتراض کرتے ہیں کہ فقہاء کا قول لايعاقب الوالد بسبب ولده مطلق اور عام ہے، اس میں حد اور تعزیر دونوں شامل ہے، لہذا باپ اور ماں پر تعزیر بھی نہ ہونی چاہئے اور فقہاء کے اس قول کے مطابق پھر صاحب بحر کی بات ہی ثابت ہوگئی؛ لیکن اسکے بعد علامہ شامیؒ اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ قاضی اگر باپ پر عقوبت اور تعزیر اس اعتبار سے جاری کرے کہ باپ نے یا ماں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی ہے نہ کہ حق ولد کی وجہ سے تو یہ درست ہونا چاہئے۔

لكن لايخفى أن قولهم لايعاقب الوالد بسبب ولده يشمل التعزير لأنه عقوبة فبقي توقف صاحب البحر على حاله و قد يجاب بأن القاضي لم يعاقبه لأجل ولده بل لمخالفته أمر الله تعالى (شامی: ٩٢/٦)

کتاب القضاء والتحکیم

اولاد اور والدین کا فیصلہ ایک دوسرے کے حق میں نافذ نہ ہوگا

(۱) اگر بیٹا اپنے والدین کے حق میں فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

(۲) اسی طرح اگر والدین اپنے بیٹے کے حق میں فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوگا۔

اولاد اور والدین کا فیصلہ ایک دوسرے کے خلاف نافذ ہوگا

(۳) اگر بیٹا اپنی ماں کے خلاف فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

وكل من لاتجوز شهادة القاضى له كالوالدين والمولودين والرقيق والزوجة لايجوز قضاء القاضى له وهذا عندنا. (تاتارخانيه: ١٦/١١)

قال رحمه الله تعالى وبطل حكمه لأبويه وولده وزوجته كحكم القاضى بخلاف حكمه عليهم أى يبطل حكم الحاكم لهؤلاء كما يبطل حكم الحاكم لهم بخلاف حكمه عليهم لأنه يتهم بحكمه لهم فيبطل دون حكمه علهيم وهذا كالشهادة حيث لايجوز لهم ويجوز عليهم لما ذكرنا۔(تبيين الحقائق: ٥/ ١٢٠) دار الكتب العلميه بيروت لبنان)

ولايصح حكمه لأبويه وولده وزوجته كحكم القاضى بخلاف حكمهما أى القاضى والمحكم عليهم حيث يصح كالشهادة.

(شامی: ۸/ ۱۲۹)

لایجوز قضاء القاضی له لأن القضاء له قضاء لنفسه من جهة فلم یکن القضاء مجردا وانما فیه تهمة فلا یصح القضاء وعلیه فلایجوز للقاضی أن یقضی لنفسه ولا لأبویه وان علو ولا لزوجته ولا لأولاده وان سفلو۔(الفقه الاسلامی وأدلته: ٦/ ٤١١)

وکل من لاتجوز شهادة القاضی له لایجوز القضاء له کالوالدین والمولودین والزوجة والزوج عندنا کذا فی شرح الطحاوی۔(هندیه:۳/ ٤۰٤)

ویجوز أن یقضی علیهم لأنه لو شهد علیهم لجاز فکذا القضاء۔(الموسوعة الفقیه:۳۳/ ۳۲٦)

جس طرح بیٹے کا فیصلہ ماں کے حق میں معتبر نہیں اسی طرح اگر کسی معاملہ میں بیٹے کو حکم اور فیصل بنا دیا جائے تو اس صورت میں بھی بیٹے کا فیصلہ ماں کے حق کے نافذ نہیں ہوگا۔

ولایصح حکمه لأبویه وولده وزوجته کحکم القاضی بخلاف حکمهما أی القاضی والمحکم علیهم حیث یصح کالشهادة۔(شامی:۸/ ۱۲۹)

کتاب الشهادت

حقیقی ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قبول نہیں۔

(۱) اگر بیٹا اپنی ماں کے حق میں گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی،

(۲) اگر ماں اپنے بیٹے کے حق میں گوہی دے تو ماں کی گواہی بھی بیٹے کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔

لاتقبل شهادة الرجل لوالديه وجده وجدته وولده وولد ولده وان سفل۔(فتاوی سراجيه: ٥٠١)

ولايجوز شهادة الولد لوالده، ولاشهادة الوالد لولده ولا شهادة الزوج لزوجته ولاشهادة المرأة لزوجها۔(تاتارخانيه: ٤٤٣/١١)

هكذا فی فتاوی النوازل: ٣٩٥)

أجمع الفقهاء على أن التهمة ترد بها الشهادة والتهمة أن يجلب الشاهد إلى المشهود له نفعا أو يدفع عنه ضرراً فلا تجوز شهادة الوالد لولده وولد ولده ولا شهادة الولد لأبويه وأجداده۔(الفقه الاسلامی وأدلته:٤٨٦/٦)

قال رحمه الله (والولد لأبويه وعكسه وأحد الزوجين للآخر والسيد لعبده ومكاتبه) لقوله عليه الصلاة والسلام لاتقبل شهادة الولد لوالده ولا الوالد لولده ولا المرأة لزوجها ولا الزوج لامرأته ولا العبد

لسیدہ ولا المولی لعبدہ ولا الأجیر لمن استأجرہ۔(تبیین الحقائق: ۱۷۳/۵/(بحر الرائق:۱۳۵/۷/ ھندیہ: ۵۰۶/۳/ المحیط البرھانی: ۱۶۹/۱۳)

رضاعی ماں بیٹے کی ایک دوسرے کے حق میں قبول ہوگی۔

(۳) اگر بیٹا اپنی رضاعی ماں کے حق میں گواہی دے تو اسکی گواہی قبول کی جائے گی۔

(۴) اسی طرح سے اگر ماں اپنی رضاعی اولاد کے حق میں گواہی دے تو اسکی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

وتجوز شھادۃ الرجل لولدہ ولوالدیہ من الرضاعۃ۔(ھندیہ: ۵۰۶/۳)

وتجوز شھادۃ الرجل لمن ارضعتہ امرأتہ ولأبویہ من الرضاعۃ وکذلک تقبل شھادتہ لأخیہ۔ (تاتارخانیہ: ۱۱/ ۴۴۲)

وتجوز شھادۃ الرجل لمن أرضعتہ امرأتہ ولأبویہ من الرضاعۃ لأن الرضاع تأثیرہ فی الحرمۃ خاصۃ دون ماسواھا من الأحکام ألا تری أنہ لایستحق بھا النفقۃ والارث فکذالک حکم الشھادۃ وحقیقۃ الفقہ فی ذلک أنہ لیس لأحد ھما تأویل ملک ولایسقط یدہ فی مال صاحبہ فلم یتمکن التھمۃ فی ھذہ الشھادۃ فقبلت کما فی الاجانب۔(محیط البرھانی: ۱۶۹/۱۳)

قوله ومن محرم رضاعاً قال فی الأقضية نقبل لأبويه من الرضاع ولمن أرضعته امرأته وأبيها۔(شامی: ۸/ ۱۹۰)

ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف قبول ہوگی

(۵) اگر بیٹا اپنی ماں کے خلاف گواہی دے مثلا ماں پر کسی نے چوری کا الزام لگایا اور بیٹا بھی یہ گواہی دیتا ہے کہ ماں نے چوری کی ہے تو بیٹے کی گواہی قبول کی جائے گی۔

(۶) اسی طرح اگر ماں اپنے بیٹے کے خلاف گواہی دے تو ماں کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ۔ (سورة النساء : ۱۳۵)

وتجوز شهادته على أبويه وأولاده۔(تاتارخانيه:۱۱/ ۴۴۲)

مآخذ ومراجع

رد المحتار على الدرالمختار
الفتاوى الهنديه
البحرالرائق
تبيين الحقائق
بدائع الصنائع
الفقة الاسلامى وادلته
الموسوعة الفقهيه
الفتاوى التاتارخانيه
الفتاوى العالمكيريه
الجنايات فى الفقه الاسلامى
أوجزالمسالك
كتاب الفقه على المذاهب الأربعة
هداية
مختارات النوازل

خلاصة الفتاوی
فتاوی النوازل
الفتاوی السراجیه
المحیط البرهانی
احکام الصغار
مجمع الأنهر
فقه السنه
مرقات المفاتیح
شعب الإیمان
ترمذی شریف
السنن الکبری للبیهقی
حجة الله البالغه
کامل برهان الٰهی
کتاب النوازل
فتاوی قاسمیه
قاموس الفقه
لسان العرب
القاموس الفقهی

النهر الفائق
اعلاء السنن
خواتین کے مسائل اور ان کا حل
آپ کے مسائل اور ان کا حل
فتح القدیر
المبسوط للسرخسی
مسلم شریف
السراجی فی المیراث
قاموس الفقہ
احسن الفتاوی
التفسیر المظہری
کتاب الآثار